



www.KitaboSunnat.com

روزہ
اور
اس کی حقیقت

تألیف

شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ

تحقیق
زہیر الشادیش

تخریج الأحادیث
محمد ناصر الدین البلبانی

طباعت و اشاعت

رئاست عامہ برائے علمی تحقیقات و افتاء و دعوت و ارشاد

ریاض - مملکت سعودی عرب

۱۴۰۸ھ

یہ کتاب مفت تقسیم کی جاتی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com



روزہ اور اس کی حقیقت

تالیف

شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ

تحقیق

زہیر الشادیش

تخریج الأماویث

محمد ناصر الدین البانی

طباعت و اشاعت

رئاست عامہ برائے علمی تحقیقات و افتاء و دعوت و ارشاد

ریاضہ، مملکت سعودی عرب

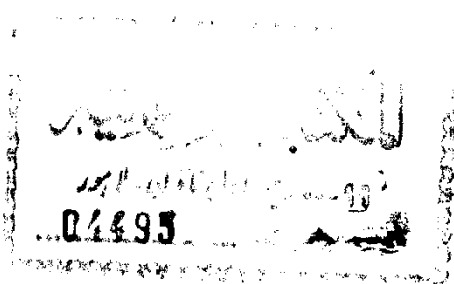
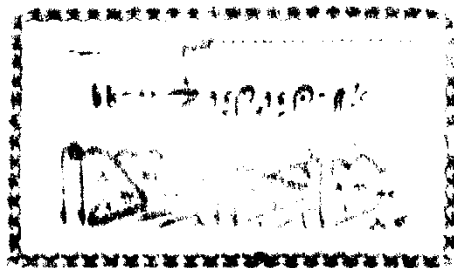
۱۴۰۸ھ

یہ کتاب مفت تقسیم کی جاتی ہے

تصویر

زہیر الشادیش

۹/۱۱/۱۸



مؤلف کی سوانح حیات

آپ کا نام اور نسب یہ ہے -
شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبد الجلیل بن عبد السلام بن عبد اللہ
بن الحضرمین محمد ابن تیمیہ النیمیری الحرائی دمشقی -
تیمیہ آپ کے جد علی محمد کی والدہ محترمہ تھیں۔ یہ واعظ تھیں،
راوی تھیں۔ یہ معزز گھرانہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔
دجلہ و فرات کے درمیان جزیرہ کے اہم شہر حران میں ۶۶۱ھ
میں پیدا ہوئے جب تاتاریوں کا غلبہ ہوا تو ان کے والد محترم پورے
خاندان کے ساتھ دمشق چلے آئے۔ دمشق کے نامور اہل علم سے آپ
نے کسب فیض کیا جو اس وقت علم و دین کا مرکز تھا۔
آپ زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری کے امام تھے تو دوسری

ب

طرف شجاعت و بسالت اور شہسواری کے نامور مجاہد تھے جس طرح آپ نے اپنی زبان و قلم سے امت کے عقائد کی مدافعت کی اسی طرح تلوار سے ملک کی حفاظت بھی کی۔

دمشق پر جب تاتاریوں نے حملہ کیا تو دفاع کا مقدس فریضہ انجام دیا اور دمشق کے جنوب میں شوحب کے مقام پر ان سے جنگ کی۔ اللہ نے اس جنگ میں تاتاریوں کو شکست فاش دی۔ جس سے شام و عسطنین اور مصر و حجاز تاتاریوں کی خون آشامیوں سے بچ گئے۔ امت کے ان دشمنوں کے خلاف مسلسل جنگ کرنے اور علم جہاد بلند کئے رہنے کا آپ نے حکام سے مطالبہ کیا۔ جنہوں نے ان بیرونی حملہ آوروں کی مدد کی تھی۔

بس اسی پر حکام کی کینہ تو زمی، علماء اور ہم عصر لوگوں کا حسد منافقین اور فاجرین کی سیہ کاری رنگ لائی اور آپ کو تغذیب و ایذا دی، قید و بند اور جلا وطنی کے ہر مرحلہ سے گزارا گیا لیکن آپ

ج

کے قدموں میں تزلزل آیا نہ آپ جھکے۔ آپ کے اس وقت کے جملے زبان زد خاص و عام تھے۔

”میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ میری جنت میرے سینے میں ہے کہیں بھی جاؤں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتی۔

قید میرے لئے غلوت ہے، قتل میرے لئے شہادت ہے اور شہر بدر میرے لئے سیاحت ہے۔“

متحدہ بار جیل گئے۔ جیل میں کہا کرتے تھے:

”محبوس تو وہ ہے جس کا قلب اس کے رب سے روک دیا جائے اور قیدی تو درحقیقت اسے کہیں گے جسے اس کی خواہشات نے قید کر لیا ہو۔“

آپ کی تین سو سے زائد تالیفات ہیں جو مختلف علوم پر مشتمل ہیں چند تالیفات تو کئی ضخیم جلدوں میں ہیں۔

آپ کی وفات قلعہ دمشق کے جیل میں ہوئی ۱۹۲۸ء کی ذی القعدہ کی ۲۲ تاریخ تھی۔ آپ پر اللہ کی رحمت سایہ نگیں ہو۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ
 مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا
 مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
 اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ
 رَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا ۝

اسے یہ خطبہ خطبہ حاجت کے نام سے مشہور ہے۔ صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کو اس کی تعلیم دیتے تھے کہ وہ اپنے کلام اور خطبوں سے پہلے اسے پڑھا کریں جس سے اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے خدا سے مدد چاہیے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنے رسائل اور کتابوں میں اس خطبہ سے آغاز کرنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ جس آپ کے اتباع سنت اور اس کو زندہ کرنے کے جذبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں نے مکتبہ ظاہریہ کے مخطوطہ میں ان کی تحریر پڑھی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں

حاشیہ میں اسے درج کر دیا جائے۔ اس خطبہ کا ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں،
 میں نے عوام الناس کو خطاب کرنے، عام و خاص سائے لوگوں کو
 مخاطب بنانے اور انہیں کتاب و سنت کی تعلیم دینے، اس کی ان کے اندر سمجھ
 پیدا کرنے اور انہیں وعظ و نصیحت کرنے اور مجادلہ و مباحثہ کرنے میں اس
 بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ اس نبوی خطبہ سے خطاب ہو جب کہ ہمارے زمانے
 کے شیوخ جن سے ہم نے اقداد کتاب کیا ہے اور دوسرے لوگ مساجد
 و مدارس میں تفسیر و فقہ کے مجلسوں کا افتتاح دوسرے خطبوں سے کرتے ہیں
 مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں۔ "الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ
 علی خاتم النبیین و علی آلہ و صحبہ اجمعین و رضی
 اللہ عنہم و عنکم و عن مشایخنا و عن جمیع المسلمین" اسی طرح میں نے
 "و عن السادة المحاضرين و جمیع المسلمین" اسی طرح میں نے
 کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ نکاح میں وہ مسنون خطبہ نہیں پڑھتے اور ہر قوم
 دوسری سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ ابن مسعودؓ کی حدیث صرف نکاح کے

لئے خاص نہیں ہے بلکہ تمام ضروریات کے لئے یہ خطبہ ہے اور نکاح بھی اس میں شامل ہے۔

تمام عادات و عبادات میں اقوال و اعمال میں شرعی سنتوں کا خیال رکھنا ہی صراطِ مستقیم کا منتہا ہے اور جو اس کے باسوا ہے، اگرچہ شریعت نے اس سے روکا نہ ہو لیکن اس میں نقص ہے اور وہ نظر انداز کر دینے کے لائق ہے۔ کیونکہ بہترین ہدایت محمدؐ کی ہدایت ہے۔“

میرا ایک مختصر رسالہ ہے جس میں میں نے اسی باب کی ساری احادیث کو جمع کر دیا ہے ان کے طرق اور الفاظ صحیح اور غیر صحیح وغیرہ کی تخریج کی ہے اور ان سے متعلق بعض نوٹس بھی بڑھائے ہیں چند سال قبل یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے اور مکتب اسلامی نے مزید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا ہے۔

نوٹ۔ حدیث کے تمام سلسلوں میں شہادتین میں شہادت کا فعل واحد استعمال ہوا ہے جب کہ اس سے پہلے تمام افعال جمع استعمال ہوئے ہیں اس

فصل

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جانا اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا

اس کی قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جو نصوص اور اجماع سے ثابت ہے اور وہ یہ ہیں۔
کھانا پینا اور جماع کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَالَّذِينَ بَشَرُوا هُنَّ وَأَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ
وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ
مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُمُوا

میں ایک لطیف حکمت ہے جسے شیخ الاسلام نے اجاگر کیا ہے۔ میں نے اپنے اس رسالہ میں اسے نقل کیا ہے۔ جسے ضرورت محسوس ہو اس رسالہ کے صفحہ ۱۵ پر دیکھ لے۔

الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ (بقرہ: ۱۸۷)

”اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشتی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو، نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے، تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔“

اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں شب باشتی کھانے اور پینے سے روزہ رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ اس سے پہلے یہ حکم گزر چکا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ (بقرہ: ۱۸۳)
(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیئے گئے۔ جس
طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروں پر فرض کئے گئے تھے۔)

وہ یہ سمجھتے تھے کہ روزہ کھانے پینے اور جماع کرنے سے رک رہنے کا نام ہے اور ”صیام“ روزہ کا لفظ وہ اسلام سے پہلے بھی استعمال کرتے تھے جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ”عاشورہ وہ دن ہے جس میں قریش دور جاہلیت میں بھی روزہ رکھتے تھے۔“ لہ

متعدد سلسلوں سے روایتیں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے رمضان کی فرضیت سے پہلے یوم عاشورہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور ایک

لہ مسلم کے الفاظ (۳: ۱۴۶) یہ ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں۔

”قریش جاہلیت میں عاشورہ کے روزے رکھتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ بھی رکھتے تھے جب آپ مدینہ ہجرت کر آئے تو آپ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کا مہینہ فرض ہوا تو آپ نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کے روزے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔“

منادی روزہ رکھنے کا اعلان کرتا تھا۔^۱ معلوم ہوا کہ اس لفظ کا محل استعمال ان کے ہاں مشہور تھا۔

اسی طرح نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ حیض کا خون روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ حائضہ روزہ نہ رکھے بلکہ ان کی قضا کرے یہ بھی لقیط بن صبرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "ناک میں پانی خوب ڈالو ہاں اگر تم روزے سے ہو تو درست نہیں

۱۔ پچھلے صفحہ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث گزر چکی ہے اس میں عاشورہ کے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ سلم بن اکوع سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک اسلام لانے والے شخص کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کرو کہ جس نے کھایا ہے وہ بقیہ دن روزے سے ہے اور جس نے نہیں کھیا ہے وہ روزہ رکھے اس لیے کہ آج یوم عاشورہ ہے۔ امام بخاریؒ نے (۱-۴۹۸) اس کی تخریج کی ہے اور الفاظ انہی کے ہیں اور مسلم (۳-۱۵۱-۵۲) اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

ہے۔“ لے معلوم ہوا کہ ناک میں پانی ڈالنا روزہ کو توڑ دیتا ہے اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

سنن میں دو حدیثیں ہیں۔ ایک ہشام بن حسان بواسطہ محمد بن سیرین بواسطہ ابوہریرہ کی حدیث ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: ”جس شخص کو قے آجائے اور وہ روزہ سے ہو تو اس پر قضا واجب نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کرے تو وہ قضا کرے۔“
یہ حدیث اہل علم کے ایک گروہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے،

لے صحیح حدیث ہے چاروں سنن والوں نے اور ابن جارود نے منتنقی (۲۶) میں حاکم (۱-۲۸) نے طیالسی (۱۲۴۱) میں اور احمد (۴/۳۳) نے لقیط کے واسطے سے مرفوع روایت ہے۔ الفاظ یوں ہیں: ”اچھی طرح وضو کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کر لیا کرو۔ اور ناک میں پانی خوب...“ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ ذہبی اور دوسرے لوگوں نے ان کی موافقت کی ہے جیسا کہ صحیح سنن ابی داؤد میں مذکور ہے

بلکہ ان کا کہنا ہے کہ یہ ابو ہریرہؓ کا قول ہے ابو داؤد کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: اس میں کچھ نہیں ہے۔ خطابی کہتے ہیں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ حدیث عجزہ محفوظ ہے۔ ترمذی کہتے ہیں: میں نے محمد بن اسمعیل بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے صرف عیسیٰ بن یونس کے واسطے سے یہ حدیث معلوم ہے اور فرمایا: میں اسے محفوظ نہیں سمجھتا۔ کہتے ہیں۔ اور یحییٰ ابن ابی کثیر نے عمر بن الخطابؓ کے واسطے سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہؓ کا یہ خیال نہیں تھا کہ قے سے وزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

خطابی کہتے ہیں: ابو داؤد نے ذکر کیا ہے کہ صفص بن غیاث نے ہشام سے اس کی روایت کی ہے جس طرح عیسیٰ بن یونس سے کی ہے وہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ اس امر میں اہل علم میں کوئی اختلاف بھی ہے کہ جسے قے آجائے اس پر قضا واجب نہیں ہے اور جو

جان بوجھ کرتے کر دے اس پر قضا واجب ہے البتہ کفارہ کے سلسلہ میں اختلاف ہے عام اہل علم کا کہنا ہے کہ قضا کے علاوہ کوئی چیز اس پر واجب نہیں ہے اور عطا کہتے ہیں، اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے اور اوزاعی سے حکایت کی ہے اور یہ ابو ثور کا قول ہے میں کہتا ہوں کہ پھینالگو آنے والے پر کفارہ کے وجوب کے سلسلے میں جو ایک روایت احمد سے منقول ہے اس کا تقاضا یہی ہے۔ اس لیے کہ جب آپ نے پھینالگو آنے پر قضا کو واجب قرار دیا ہے تو جان بوجھ کرتے کرنے والے پر بدرجہ اولیٰ قضا واجب ہوگی لیکن ظاہری مسلک یہی ہے کہ کفارہ بغیر جماع کے واجب نہیں ہے۔ جیسے امام شافعی اس کے قائل ہیں۔

جن لوگوں نے اس حدیث کو ثابت نہیں مانا ہے انہیں کوئی ایسا سلسلہ معلوم نہ ہو سکا جس پر وہ اعتماد کر سکتے۔ انہوں نے اس کی علت بھی واضح کر دی ہے یعنی یہ کہ عیسیٰ بن یونس منفرد ہیں حالانکہ یہ

واضح ہو چکا ہے کہ وہ تنہا نہیں ہیں بلکہ حفص بن غیاث نے ان کی موافقت کی ہے اور ایک دوسری حدیث اسی کی گواہی دیتی ہے۔

لے شیخ الاسلام اس تریح کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ حدیث صحیح ہے اس لیے کہ جو علت بیان کی گئی ہے وہ پائی نہیں جاتی یعنی عیسیٰ بن یونس کا تنہا ہونا کیونکہ حفص بن غیاث نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ دونوں شیخ الاسلام کے بقول ثقہ ہیں حجت ہیں۔ جن سے شیخین نے استدلال کیا ہے اور ان دونوں کے سلسلے سے ابن ماجہ (۱۴۷۶) نے حاکم (۱۱) (۲۲۷) ہشام بن حسان کے واسطے سے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ:

”شیخین کی شرط کے مطابق حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس سے موافقت کی ہے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ حدیث صحیح ہے حتیٰ کہ اگر یہ فرض کریں جانے کہ عیسیٰ بن یونس تنہا ہیں تو بھی حدیث صحیح ہے کیونکہ وہ ثقہ ہیں مامون ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں لکھا ہے اس لیے ان کا تنہا ہونا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بھلا یہ حدیث صحیح کیوں نہ ہوگی جب کہ ان کی موافقت بھی ہو گئی ہے۔“

اور وہ روایت وہ ہے جسے احمد اور اہل سنن جیسے ترمذی نے ابو درودار کے واسطے سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ کی اور روزہ توڑ دیا۔ میں نے اس کا تذکرہ ثوبان سے کیا تو انہوں نے کہا: "انہوں نے صحیح کہا ہے۔ میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی انڈیل کر دیا تھا لیکن احمد کے الفاظ یہ ہیں: "رسول اللہ نے تہ کی پھر وضو کیا۔" احمد نے اس کی روایت حسین المعلم کے واسطے سے کی ہے لہ

لے اسی طرح دوسری روایت بھی آتی ہے۔ مسند احمد (۶: ۴۴۳) کی یہ حدیث جو حسین کے طریق سے ہے عیسیٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے بتایا عبد الرحمن بن عمر والا زناطی نے بواسطہ عیسیٰ بن الولید بن ہشام اور انہیں بتایا ان کے باپ نے وہ کہتے ہیں مجھے بتایا معدان بن ابی طلحہ نے کہ ابو درودار نے انہیں بتایا کہ اللہ کے رسول نے تہ کیا پھر روزہ توڑ دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں اللہ کے رسول کے غلام ثوبان سے ملا اور میں نے کہا کہ ابو درودار نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ کے رسول نے تہ کیا اور روزہ توڑ دیا، تو انہوں نے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اثرم کہتے ہیں: میں نے احمد سے کہا، لوگ اس حدیث کے بارے

نے کہا: وہ سچے ہیں، میں نے آپ کو وضو کا پانی انڈیل کر دیا تھا۔“
 احمد کے نزدیک اصل الفاظ ”قَاءَ قَاءَ قَاطِرًا“ ہیں لیکن لوگوں نے ”قَاءَ
 قَتَوَ مَاءًا“ کو ان کی طرف منسوب کر دیا اور اس میں مؤلف نے اپنے دادا
 مجد الدین عبدالسلام کی پیروی کی ہے کیونکہ انہوں نے ”المنتقى“ میں اسی طرح
 نقل کیا ہے اور ”رواہ احمد و الترمذی“ کی مہر بھی لگا دی ہے۔

اس غلط فہمی کی بنیاد یہ ہے کہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ”التحقیق“ (۱):
 ۱۳۰ میں امام احمد کے طریق سے مذکورہ سند کے ساتھ حسین المسلم کے واسطے سے
 اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں الفاظ ”قَاءَ قَتَوَ مَاءًا“ کے ہیں۔

ابوداؤد اور دارمی نے اور طحاوی نے اپنی دونوں کتابوں میں اور ابن الجارود
 واقطنی، ہیثمی، ان تمام لوگوں نے حسین کے طریق سے المنذر کی روایت کی طرح
 روایت کی ہے البتہ ترمذی ان سے مختلف ہیں انہوں نے اسی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں مذہب ہیں تو انہوں نے کہا: حسین المعلم اس کو صحیح بنا دیتے ہیں۔ اور ترمذی کہتے ہیں: حسین کی اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے

سلسلہ کو دوسرے الفاظ "قَاءَ فَتَوَضَّأَ" سے روایت کی ہے لیکن مشہور محقق احمد شاہ رحم نے ترمذی پر اپنے حواشی میں یہ ذکر کیا ہے کہ اس لفظ کے سلسلے میں ترمذی کے مختلف نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے کسی نسخے میں پہلے الفاظ ہیں اور کسی نسخے میں بعد کے الفاظ ہیں اور کسی نسخے میں ان دونوں کو جمع کر دیا ہے یعنی "قَاءَ فَأَفْطَدَ فَتَوَضَّأَ" ہے۔

اس روایت کی شہادت اس روایت سے بھی ملتی ہے جو مسند (۲۲۹/۶) مطبوعہ مکتبہ اسلامی میں دوسرے طریق سے بواسطہ عیسیٰ بن الولید پوری سند کے ساتھ ابودروشا سے مروی ہے وہ کہتے ہیں "اللہ کے رسولؐ نے قے کر دیا پھر روزہ توڑ دیا۔ آپ کے پاس پانی لایا گیا اور آپ نے وضو کیا" اور اس کے سارے رجال ثقہ ہیں اگر یہ مضطرب نہ ہوتی یا اضطراب کی وجہ نہ پانی جاتی جس کی

کہ آپ نے وضو کیا اور مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وضو کرنا مسنون ہے اگر یہ کہا جائے کہ تے کے بعد وضو

طرف اثرم کا کلام اشارہ کر رہا ہے۔“

اس پوری جماعت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو احمد (۲۷۶:۵) اور دوسرے لوگوں نے دوسرے طریق سے بواسطہ بلع بواسطہ ابو شیبہ المہری کی ہے وہ کہتے ہیں۔ ثوبان نے کہا: ”میں نے اللہ کے رسول کو دیکھا کہ اپنے فے کیا پھر روزہ توڑا یہ بلع معلوم نہیں کون ہیں اور نہ ان کے شیخ کا کچھ پتہ ہے۔ جیسا کہ ذہبی نے کہا ہے اور ابن جبان نے اپنے قاعدے کے مطابق ان دونوں کو ثقہ قرار دیا ہے اور انہی کی اتباع احمد شا کرنے کی ہے۔ انہوں نے بھی اس توثیق پر اعتماد کر کے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اس توثیق کی تنقید و حسن کا تذکرہ علمائے کیا ہے ان سے مخفی رہی جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت بعض منتخبین حدیث کی ترویج میں اپنے ایک رسالے میں کی ہے لیکن یہ چیز پہلی سند کے لئے شاہد ہونے

کرنا مستحب ہے تو اس میں حدیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ باب میں صحیح ترین حدیث ہے اسی سے انہوں نے فقہ کے بعد وضو کے وجوب پر استدلال کیا ہے حالانکہ اس سے وجوب معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ اگر اس سے شرعی وضو مراد لیا ہے تو اسی طرح بعض صحابہ

سے اسے نہیں روک سکتی۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو مذکورہ تحریر کا خلاصہ پڑھ کر جماعت کی روایت ترمذی کی تیسری روایت کی مخالف نہیں ہے اور احمد کی روایت اس کی گواہی دیتی ہے اس لیے کہ جماعت کی روایت ثوبان کے قول میں وضو پر بھی مشتمل ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ کے رسول نے فقہ کیا، روزہ توڑ دیا اور وضو کیا۔ اس مفہوم پر تمام روایات متفق نظر آتی ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں رہ جاتا، رہی ابویہ المہری کی روایت جس میں وضو کا ذکر نہیں ہے تو ضعیف الاسناد ہونے کے باوجود اپنے ما قبل کی روایت کی مخالفت نہیں کرتی۔ جس میں وضو کا اضافہ ہے

سے نکلنے والے خون سے وضو کے واجب ہونے کے سلسلے میں بعض چیزیں آتی ہیں۔ لیکن اس میں وجوب پر دلالت کرنے والی کوئی

اس یلے کہ ثقہ کا اضافہ قابل قبول ہے چاہے کسی دوسرے ثقہ نے اس کا ذکر نہ کیا ہو تو جس چیز کا اس میں تذکرہ نہیں ہے وہ ضعیف کیے ہوگی۔

۱۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس سلسلہ کی کوئی چیز صحابہ سے ثابت ہے۔ سوائے اس عمل کے جو عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں نکیر کے بارے میں منقول ہے۔ مالک نے الموطا (۱: ۲۸-۲۶) میں نافع سے روایت کی ہے کہ "عبداللہ بن عمرؓ کو جب نکیر آتی تو واپس جاتے اور وضو کرتے پھر لوٹ آتے نماز مکمل کرتے اور کسی سے بات نہ کرتے۔"

مالک اور ان کے علاوہ ایک جماعت کے طریق سے بہت ہی نے اس کی تخریج "السنن الکبریٰ" (۲: ۲۵۶) میں کی ہے اور رکھا ہے کہ "یہ عمل ابن عمرؓ سے ثابت ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے" پھر انہوں نے علیؓ سے تین

دلیل نہیں ہے بلکہ استتجاب پر دلالت کرتی ہے اور شرعی دلائل میں بھی کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو وجوب کو بتلائے بلکہ دافطنی وغیرہ نے

طرق سے روایت کی ہے جو سب ضعیف ہیں لیکن میں نے ان کا ایک چوتھا طریق پایا جس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے "المصنف" (۲: ۱۴-۱۱) میں کی ہے؛ ہمیں بتایا علی بن مسہر نے بواسطہ سعید بواسطہ قتادہ بواسطہ فلاس بواسطہ علیؓ وہ کہتے ہیں "جب نماز میں آدمی کو نکمیر بھوٹ جائے یا قے ہو جائے تو اسے وضو بنا لینا چاہیئے اور بات نہ کرے اور اپنی نماز مکمل کرے" یہ صحیح سند ہے مگر چونکہ فلاس نے علیؓ سے نہیں سنا ہے جیسا کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے۔ اور الجوهر المنتقی (۲: ۲۵۶) میں ابن ترکمانی کا قول ہے کہ: "یہ صحیح کی شرط پر ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اپنے مجموعی طرق کے اعتباراً سے صحیح ہے بلکہ یہی ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔"

پھر ابن ترکمان (۱: ۱۴۲، ۱۴۳) کہتے ہیں: "اور ابن عبدالبر کی

حمید بن انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے پھینا لگویا اور وضو نہیں کیا۔ اور پھینے کی جگہ کو دھونے سے

”الاستذکار“ میں ہے کہ: ابن عمرؓ کا معروف مسلک نکیر سے وضو کا واجب ہونا ہے اور یہ وضو کو توڑ دیتی ہے جبکہ خون بہہ رہا ہو۔ اسی طرح تیم سے پینے والے ہر خون کا یہی حکم ہے اس کے مثل علیؓ اور ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے کہ نکیر اور تیم سے پینے والا ہر خون حدیث ہے۔“

میں کہتا ہوں: پینے والے خون کا حکم نکیر سے ملانا اور اس کی نسبت ابن عمرؓ سے کرنا اس روایت کی نفی کرتا ہے جو ابن ابی شیبہ نے بکر۔ ابن عبداللہ المرزنی سے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

”میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا انہوں نے اپنے چہرے کی ایک پھنسی اکھیر دی اور اس سے کچھ خون نکل آیا چنانچہ آپ نے اپنی انگلی سے اسے گرٹ دیا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا“ اور اس کی سند صحیح ہے۔

زیادہ اور کچھ نہ کیا ملے اور ابن جوزی نے ”حجۃ المخالف“ میں اس کی روایت کی ہے اور اسے ضعیف نہیں کہا

لے اس کی تخریج دارقطنی (ص ۵۵، ۵۷) نے صالح بن مقاتل کے طریق سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا ابی نے اور انہیں بتایا سلیمان بن داؤد ابو ایوب نے حمید کے واسطے سے اور ان کے الفاظ یہ ہیں :

”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا، نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا اور پچھنے کی جگہوں کو دھونے سے زیادہ اور کچھ نہ کیا۔“

اور دارقطنی کے طریق سے بہیقی نے اس کی تخریج کی ہے (۱: ۱۴۱) اور کہا ہے : اس کی سند میں ضعیف لوگ ہیں۔

میں کہتا ہوں : اور اس سے ان کی مراد صالح اور ان کے باپ سلیمان ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ میں لکھا ہے اور دارقطنی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے صالح کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ”قوی نہیں ہیں“

ہے۔ حالانکہ ان کی عادت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے

ابن نافع کے شیوخ میں سے ہیں۔ اور زلیعی نے ”نصب الرأیۃ“ (۴۳:۱) میں لکھا ہے کہ
 ”دارقطنی کہتے ہیں: صالح بن مقاتل قوی نہیں ہیں اور ان کے باپ
 غیر معروف ہیں اور سلیمان بن داؤد مجہول ہیں۔“
 حافظ نے ”تخیص الجمیر“ (ص ۴۱) میں کہا ہے کہ:

”اس سند میں صالح بن مقاتل ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور ابن عربی نے دعویٰ
 کیا ہے کہ دارقطنی نے اسے صحیح کہا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے ”سنن“
 میں اس کے بعد ہی کہا ہے کہ صالح بن مقاتل قوی نہیں ہیں اور نووی نے ان کا
 تذکرہ ضعیف کی فصل میں کیا ہے۔“

میں کہتا ہوں: انہوں نے دارقطنی کے بارے میں جو لکھا ہے میں اسے
 ”سنن“ میں اشارہ کردہ دونوں جگہوں پر حدیث کے بعد نہ پاسکا شاید انہوں
 نے کسی تیسری جگہ اس کا ذکر کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

جرح کرتے ہیں۔

لے میں کہتا ہوں: ابن جوزی کی یہ عادت معمول نہیں ہے اس لیے کہ بیشتر وہ حدیث کے کمزور ہونے کے باوجود اس کے سلسلے میں خاموش رہتے ہیں خاص طور سے جب ان کے مسلک کی تائید میں ہو یہ حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہے ہجرت ہے کہ اس حدیث کے کمزور ہونے اور اس کی بہت سی علتیں ہونے کے باوجود وہ اس پر خاموش رہے اور اس سے زیادہ حیرت اس پر ہے کہ شیخ الاسلام کو ان کی خاموشی سے حدیث کی صحت کی غلط فہمی ہو گئی اور ان کی پیروی ان کے شاگرد علامہ محمد بن عبد الہادی نے کی ہے جنہوں نے اپنی کتاب ”تنقیح التحقيق لابن ابی جوزی“ میں ابن ابی جوزی کے سکوت پر ان کا ساتھ دیا ہے (۱: ۱۳۵) پھر فقہی نقطہ نظر سے بھی ابن جوزی کی موافقت میں انہوں نے جواب دیا ہے اور لکھا ہے۔

”ہمارے ساتھی کہتے ہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ آپ نے وضو

رہی وہ حدیث جو روایت کرتی ہے کہ ”تین چیزیں روزہ نہیں توڑتی ہیں: قے، پھینا لگوانا اور احتلام۔“ اور دوسری روایت میں ہے کہ ”ہرگز روزہ نہ توڑیں، نہ وہ جو قے کر دیں، نہ وہ جنہیں احتلام آجائے، نہ وہ جو پھینا لگوائیں۔“ تو اس کی ثابت سند وہ ہے جو ثوبی اور دوسرے لوگوں نے زید بن اسلم کے واسطے سے پھران کے کسی ساتھی کے واسطے سے پھر کسی صحابی رسول کے واسطے سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ اللہ کے رسول نے یہ فرمایا اس کی روایت ابو داؤد

کیا ہو اور اس نے آپ کو وضو کرتے نہ دیکھا ہو! اس کا بھی احتمال ہے کہ آپ نے مہول کر نماز پڑھ لی ہو! اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اتنا خون نہ نکلا ہو جو روزہ توڑ دے۔“

یہ سارے احتمالات باطل ہیں۔ ضعیف کے ضعیف ہونے کا علم دے کر اللہ نے ہمیں اس کے ابطال کے لیے وقت لگانے سے بچایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نے کی ہے اور یہ شخص گناہ ہے۔ اس کی روایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے انہوں نے عطا سے انہوں نے ابوسعید سے انہوں نے نبیؐ سے کی ہے لیکن عبدالرحمان علم رجال کے ماہرین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

میں کہتا ہوں: دو سلسلوں سے ان کی زید سے مرفوع روایت ان کی مرسل روایت کی مخالف نہیں ہے بلکہ اسے تقویت دیتی

لے "نصب الرأیة" (۲: ۴۴۸) میں ابو داؤد کی سند سے یہ شخص ساقط ہو گیا ہے۔ چنانچہ انہیں صحت سند کا وہم ہو گیا ہے۔ اس سے واقفیت ضروری ہے۔

لے بلکہ یہ حد درجہ ضعیف ہیں اور یہ حدیث توسل آدم بالنبی کے راوی ہیں۔ جیسا کہ میں نے ان کا تذکرہ "الأحادیث الضعیفة وألثوضوعة" ۲۵ میں کیا ہے۔

ہے۔ اور حدیث زید بن اسلم کے واسطے سے صحیح ہے لیکن اس میں الفاظ

لے میں کہتا ہوں یہ قابل غور ہے اس لیے کہ عبدالرحمن بن زید حد درجہ ضعیف ہیں جیسا کہ پچھلے صفحہ میں ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے۔ امام طحاوی کہتے ہیں: "ان کی حدیثیں علماء حدیث کے نزدیک انتہا درجہ کی کمزور ہیں" اور نصب الرایۃ (۲: ۴۴۷) کے مطابق ابن الدینی، ابن سعد اور ابن البراء نے انہیں بہت ضعیف کہا ہے اس لیے جب موقع آتا ہے تو ان سے استدلال نہیں کیا جاتا اور یہاں انہیں صحیح سمجھا جاسکتا ہے جب کہ انہوں نے ثوری جیسے ثقہ حافظ کی مخالفت کی ہے، جس آدمی کے بارے میں لوگوں کو ابہام تھا اسے انہوں نے عطا کا نام دیا ہے اور اس نام پر ہشام بن سعد نے ان کی موافقت کی ہے۔ لیکن صحابی کے نام کے سلسلے میں ان کی مخالفت کی ہے ثوری کہتے ہیں کہ زید بن اسلم کے واسطے سے پھر عطار بن یسار کے واسطے سے پھر ابن عباس کے واسطے سے مرفوع حدیث ہے۔

دارقطنی (۲۳۹) نے اور ابن عدی نے "کامل" (ق ۱۵۹: ۲) میں اور ابو محمد المخلد نے الفوائد (ق ۲۸۹: ۱) میں اس کی تخریج کی ہے اور اسی طرح ہزار نے دو طریقوں سے روایت کی ہے عن ابی خالد الاحمر سلیمان بن حبان عن هشام اور ابن عدی نے کہا ہے :

"حدیث ہشام کے علاوہ مجھے اس اسناد کے بارے میں کوئی علم نہیں" میں کہتا ہوں: اگرچہ اس کی تخریج مسلم نے کی ہے لیکن لوگوں نے ان کی حفظ کے سلسلے کلام کیا ہے اس لیے مخالفت کے وقت ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لیے حدیث کا ذکر کرنے کے بعد الحافظ "التلخیص" (ص ۱۹۰) میں کہتے ہیں: یہ معلول ہے یعنی ان کی طرف انگلی اٹھتی ہے اور حافظ ہیشمی نے "المجمع" (۳: ۱۷۰) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"ہزار نے دونوں سے اس کی روایت کی ہے ان میں سے ایک کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کا ظاہر صحت ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ اگر مخالفت نہ ہوتی تو صحیح تھی۔

لیکن اس حدیث کی شاہد حدیث ثوبان ہے اور ان سے اس حدیث کے دو طرق ہیں (۱) عن یزید بن عیاض عن ابی علی الفدی کی عن ابی قاسم ابی عبد الرحمن عنہ۔ طبرانی نے "الاوسط" (۱: ۱۰۱-۱۰۲) میں اس کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ "ثوبان سے صرف اسی سند کے ساتھ یہ مروی ہے"

میں کہتا ہوں: حافظ کہتے ہیں: "یہ کمزور سند ہے" اور میں کہتا ہوں کہ بہت ہی کمزور سند ہے اس لیے کہ ابن عیاض پر لے درجے کا جھوٹا آدمی ہے جیسا کہ امام مالک وغیرہ نے کہا ہے (۲) عن ابی صالح عبد اللہ بن صالح عن اللیث عن خالد بن یزید عن سعید بن ابی ہلال عن ابن خصیفۃ عن ابن عدی عنہ۔ اس طریق کی تخریج طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱: ۱۴۷-۱۴۸) میں کی ہے۔ ابن خصیفہ یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ کے طبقہ سے ہیں جس کی صحاح ستہ نے تخریج کی ہے اگر وہ نہیں تو مجھے نہیں معلوم پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ ابن جعدیہ کا ید لاہو انام ہے۔ اس لیے کہ اس کی تخریج

یہ ہیں: ”جب اسے قے آجائے (إِذْ ذَرَعَهُ الْقَيْ) متعدد لوگوں نے زید بن اسلم سے اس کی مرسل روایت کی ہے۔“

”الردیانی نے اپنی مسند (ج ۲۵: ۱۳۴) میں عن ابی صالح بسندہ عن ابی ہلال عن ابن جعدبہ الملیثی کی ہے اور ابن جعدبہ وہی زید بن عیاض ہے جو پہلے طریق میں ہے۔ گھوم کر بات وہی آئی کہ یہ حدیث پر لے درجے کے چھوٹے شخص سے مروی ہے۔ اس لیے اس سے استنبہا نہیں کیا جاسکتا۔“

لے میرے پاس جو اصول احادیث ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ اضافہ مجھے نہیں ملا بہقی نے ”المعرفة“ میں لکھا ہے جیسا کہ نصب الرأیة “ (۲: ۴۴۶) میں ہے: ”اس حدیث کو معمول کیا جائے گا اس شخص پر جسے قے آجائے تاکہ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہو سکے۔“ اگر یہ اضافہ حدیث زید بن اسلم کے کسی طریق میں ہوتا تو بہقی ایسا کیوں کہتے۔ واللہ اعلم۔“

یحییٰ بن معین کہتے ہیں: حدیث زید بن اسلم کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ جسے فقہ آجائے اس لئے کہ اسے احتلام سے ملا دیا ہے اور جس شخص کو بغیر اختیار کے احتلام ہو جائے جیسے سونے کی حالت میں تو یہ متفق علیہ مسلمہ ہے کہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

رہی حجامت (پچھنا لگوانا) کی حدیث تو یا تو ابن عباسؓ کی مندرجہ ذیل حدیث کے لئے ناسخ ہو گی یا منسوخ وہ حدیث یہ ہے کہ ”انہوں نے پچھنا لگوایا اور حالت احرام میں روزے سے تھے“ اور اس میں فقہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اگر اسے

لے حدیث کے یہ الفاظ بعض راویوں کے وہم کا نتیجہ ہیں۔ صحیح الفاظ یہ ہیں ”آپ نے پچھنا لگوایا اور وہ حالت احرام میں تھے، آپ نے پچھنا لگوایا اور آپ روزے سے تھے“ جیسا کہ بخاری اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے۔ جیسا

استقواءۃ اجماع بوجہ کرتے کرنا) کے معنی میں لے لیں تو شاید وہ منسوخ بھی ہو جائے اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ چھینا لگانے سے آپ نے جو روکا تھا وہ بعد کے دور کا ہے اور جب قولی اور عملی نصوص میں تضاد ہو جائے اور ان میں سے کسی کو ایک اختیار کرنا اور دوسرے کو چھوڑنا پڑے تو قولی نص ہی کو ناسخ ماننا پڑے گا اور ان میں سے کسی کو ناسخ یا منسوخ ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مثل دوسری روایات بھی ناسخ یا منسوخ ہو جائیں گی۔

کہ اس حدیث پر تبصرہ و حاشیہ میں اس کا ذکر آئے گا جہاں مصنف نے اسے لفظ ”صحیح“ سے منسوب کیا ہے۔ اس رسالہ کے اہتمام سے چند صفحات پہلے۔

لہ وَاَمَّا حَدِيثُ الْحِجَامَةِ سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ قَدْ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي الْمَدَائِنِ فِي سِتِّ سَطْرٍ فِي اَصْلِهَا لَكِنْ هَذَا فِيهِ إِذَا ذُرِعَ الْقَيْحُ كَعْدِ تَحْقِيقِ لَكِنْ هَمْنِي سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ كَرَوَاهُ كَيْفَ يَزِيدُ وَنَسَبَ تَحْقِيقًا۔

رہا وہ شخص جو منی نکالنے کی کوشش کرے اور انزال ہو جانے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ احتلام کے لفظ کا اطلاق اس حالت پر ہوتا ہے جب سوتے میں منی گر جائے۔

ایک گمروہ کا کہنا ہے کہ قیاس تو یہ کہتا ہے کہ خارج ہونے والی کسی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹنا چاہیے اور جان بوجھ کر قے کرنے والے کا روزہ اس لئے ٹوٹ جاتا ہے کہ کچھ کھانے کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ حائضہ عورت کا روزہ ٹوٹ جانا بھی خلاف قیاس ہے۔

ہم نے اصول میں تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو قیاس صحیح کے خلاف ہو۔

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم لوگ کہتے ہو کہ بغیر عذر کے جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا کبائر میں شامل ہے، اسی طرح جو شخص بغیر کسی عذر کے دن کی نماز رات تک ٹال دیتا ہے تو وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب

کرتا ہے اور وہ نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ علماء کے نمایاں تر قول کے مطابق جیسے کوئی شخص جمعہ چھوڑ دے اور رومی جہار فوت کر دے اور دوسری متعین عبادات کو نظر انداز کر دے تو ان سب کی قضا کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ روایت بھی آتی ہے کہ رمضان میں جماع کرنے والے پر قضا واجب ہے۔؟

تو کہا جائے گا کہ قضا کا حکم اس لیے دیا جاتا ہے کہ انسان کسی عذر کی وجہ سے قے کرتا ہے۔ جیسے مریض کو قے کے ذریعہ علاج کرنا پڑتا ہے۔ یا انسان اس وقت قے کرتا ہے جب اسے شبہ ہو کہ اس نے کیا چیز کھالی ہے جیسا کہ ابو بکرؓ نے کہانت کی کمائی

لے سید رشید رضا کہتے ہیں، بخاری نے حدیث عائشہؓ روایت کی ہے کہ ابو بکرؓ کے پاس ایک غلام تھا جو کما کر لاتا تھا اور آپ اسے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ

کو قے کر دیا تھا۔

اگر قے کرنے والا معذور ہو تو اس کا یہ فعل جائز ہے اور اس کا شمار ان مریضوں میں ہو گیا جو قضا کرتے ہیں اور کبائر کا ارتکاب کرنے والوں میں اس کا نام نہیں آئے گا۔ جو بغیر کسی عذر کے روزہ توڑ دیتے ہیں۔ رہا شبِ بائتی کے لئے قضا کا حکم تو یہ حدیث ضعیف ہے اور اسے بہتیرے حفاظ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ صحیحین میں ابوہریرہؓ اور عائشہؓ کی احادیث ہیں اور متعدد سلسلوں کی ہیں لیکن کسی میں قضا

کچھ لے کر آیا اور آپ نے اسے کھالیا۔ تب غلام نے کہا: جانتے ہیں وہ کیا چیز تھی؟ آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: دور جاہلیت میں آپ نے کسی آدمی کے لئے کہانت کی تھی (اسی نے یہ دیا ہے) آپ نے اپنی انگلی منہ میں ڈالی اور قے کر دی۔“

کا حکم نہیں ہے۔ اگر آپ نے قضا کا حکم دیا ہوتا تو یہ لوگ اسے

لے یہ قابل غور ہے اس لیے کہ متعدد لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے اور اصل حدیث صحیحین اور دوسری کتابوں میں زہری کے طرق سے ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حمید بن عبدالرحمن نے بتایا کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا:

”ایک دن ہم لوگ نبی اکرمؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی

آیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ”کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ

نے پوچھا: کیا تم ساٹھ میکنوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ راوی

کہتے ہیں کہ وہ ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ نبیؐ کی خدمت میں کھجور کی ایک ٹوکری پیش

کی گئی۔ آپؐ نے پوچھا: پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس نے کہا: میں ہوں، آپؐ

نے کہا: اس ٹوکری کو صدقہ کر دو۔ اس آدمی نے کہا۔ اے اللہ کے رسول! ”

نظر انداز ہرگز نہ کرتے کیونکہ یہ ایک شرعی حکم تھا جس کی وضاحت واجب

مجھ سے زیادہ محتاج کون ہے؟ بخدا ان دونوں پہاڑیوں کے بیچ میں کوئی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج اور مفلس نہیں ہے۔ نئی سنس پڑے یہاں تک آپ کے دانت نظر آگئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اچھا اسے اپنے گھڑالوں کو کھلا دو! سیاق کلام بخاری کا ہے۔

اور بیہقی (۲۲۶:۴) نے ابو مردان کے طریق سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں ہمیں بتایا ابراہیم بن سعد نے اور وہ کہتے ہیں مجھے بتایا لیث بن سعد نے زہری کے واسطے سے، سند وہی ہے کہ نبیؐ نے اس سے کہا: اس کی جگہ تم ایک دن کا روزہ رکھو۔ اور بیہقی کہتے ہیں:

اور اسی طرح ہے عن عبد العزیز الدردادی عن ابراہیم ابن سعد اور ابراہیم بن سعد نے زہری سے حدیث سنی ہے لیکن انہوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بس لیث بن سعد بواسطہ زہری اور ابو اویس

تھی جب آپ نے قضا کا حکم نہیں دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی

المدنی بواسطہ زہری ان الفاظ کا پتہ چلتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو مروان کا نام محمد بن عثمان بن خالد اموی ہے اور وہ سچے ہیں لیکن غلطی کر جاتے ہیں لیکن در اوروی نے ان کی موافقت کی ہے جیسا کہ بہیقی نے ذکر کیا ہے۔ اس طرح وہ خطا سے محفوظ ہو گئے۔ اسی طرح ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابراہیم بن سعد کے واسطہ سے تخریج کی ہے جیسا کہ "التلخیص" میں ہے اور ابو اویس کی روایت کی تخریج دارقطنی (۲۵۱) اور بہیقی نے کی ہے اور ابو اویس کا نام عبداللہ بن عبداللہ بن اویس ہے اور وہ سچے ہیں لیکن وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان سے مسلم نے استدلال کیا ہے۔

ان کی موافقت عبد الجبار بن عمر اللیثی نے کی ہے اور وہ قوی نہیں ہیں جیسا کہ بہیقی نے کہا ہے ان کی متابعت ہشام بن سعد نے بھی کی ہے۔ البتہ حمید بن عبدالرحمن کی جگہ ابو مسلمہ بن عبدالرحمن کا نام لیا ہے۔ اس کی تخریج ابو داؤد

قضا قبول نہ ہوگی۔ اس کا مفہوم یہ ہوگا اس نے بھول کر یا نادانستہ نہیں بلکہ جان بوجھ کر روزہ توڑا ہے۔

جو بھول چوک کر شبِ بائتی کر لے اس کے سلسلہ میں احمد اور دوسروں کے ہاتھ میں اقوال ملتے ہیں اور تین روایات بھی ہیں۔

(۲۳۹۳) نے دارقطنی نے (۲۵۲) بیہقی (۴: ۲۲۶-۲۲۷) نے کی ہے اور ان ہشام کے اندر حافظہ کے اعتبار سے ضعف پایا جاتا ہے۔ جس کا تذکرہ پیچھے آچکا ہے۔

اور امام مالک (۱: ۲۹۷-۲۹۸) کے یہاں سعید بن مسیب کی مرسل روایت اور نافع بن جبیر اور محمد بن کعب کی مرسل روایات سے مندرجہ بالا روایت کی شہادت ملتی ہے۔ آخر الذکر دونوں مرسل روایات کا تذکرہ حافظ نے الفتح (۴-۱۵۰) میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ ”ان تمام طرق کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اضافہ کی اصل ہے۔“

(۱) نہ کوئی قضا ہے نہ کفارہ اور یہ شافعی، ابوحنیفہ اور بہتیرے لوگوں کا قول ہے۔

(۲) اس پر قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ امام مالک کا قول ہے

(۳) اس پر کفارہ بھی ہے اور قضا بھی۔ اور یہ امام احمد کا مشہور

قول ہے۔

پہلا قول بالکل واضح ہے اور وہ اپنی جگہ پر بالکل نمایاں ہے

اس لیے کہ کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ جو شخص کسی پابندی کو

غلطی سے یا بھول کر توڑ ڈالے تو اللہ اس کا مواخذہ نہیں کرے گا

اس وقت اس کی حیثیت گویا غلطی نہ کرنے والے کی ہوئی۔ اس لیے

اس پر کوئی گناہ بھی نہیں آئے گا اور جس پر کوئی گناہ نہ آئے، اسے

نافرمان یا ممنوع حکم کا مرتکب کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اس وقت اس

کی حیثیت یہ ہوتی کہ اس نے مامور پر عمل کیا اور ممنوع کو ترک کر دیا

اس طرح کی غلطی سے عبادت باطل نہیں ہوتی۔ عبادت اس وقت

باطل ہوتی ہے جب کسی حکم کو انجام نہ دیا جائے یا ممنوعہ احکام کا ارتکاب کر ڈالا جائے۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بھول کر یا غلطی سے حج کی پابندیاں ٹوٹ جائیں تو حج باطل نہیں ہوتا یہاں تک کہ بھول کر یا نادانستہ جماع کر لینے سے بھی، یہی امام شافعی کا واضح ترین قول ہے۔

کفارہ اور فدیہ تو اس لیے واجب ہوتا ہے کہ جو چیز تلف ہو گئی ہے یہ اس کا بدل ہے جیسے اگر بچہ یا سونے والا یا مجنوں تلف کر دے تو اس کا تاوان اسے دینا پڑتا ہے۔ اور بھول کر یا نادانستہ شکار کرنے والے پر جو فدیہ واجب ہوتا ہے وہ دراصل غلطی سے قتل کرنے کی دیت کی منزلت میں ہے اور اس کے قتل سے واجب ہونے والا کفارہ قرآن اور جماع کے نص سے ثابت غلطی ہے۔

رہیں دوسری پابندیاں تو وہ اس باب سے متعلق نہیں ہیں جیسے ناخن تراشنا، مونچھ کاٹنا، خوشبو اور لباس کا استعمال وغیرہ۔ اگر وہ

فدیہ دے گا تو یہ فدیہ ممنوعات کی فدیہ کی جنس سے ہوگی یہ شکار جو بدل پر مشتمل ہے، کی منزلت میں نہیں ہوگی بھول چوک کرنے والے اور نادان غلطی کر جانے والے کے سلسلے میں نمایاں اور واضح ترین فتویٰ یہ ہے کہ اگر وہ کوئی ممنوع کام کر ڈالے تو اسے شکار کو چھوڑ کر، بقیہ کسی کا تاوان نہیں دینا ہے۔

اس میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول اوپر کا ہے جو اہل ظاہر کا قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نسیان کی حالت میں سب کا تاوان دینا ہوگا

یہ ابو حنیفہ کا قول ہے امام احمد کا بھی ایک قول ہے اور قاضی اور ان کے

ساتھیوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جن چیزوں میں اتلاف ہوتا ہے۔ جیسے شکار

کا قتل، حلق کرانا، ناخن کاٹنا اور جن میں اتلاف اور بربادی نہیں ہوتی

جیسے خوشبو اور لباس کا استعمال، ان دونوں کے درمیان فرق کیا جائے

یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول ہے اور ان کے ساتھیوں کے گروہ نے اسے اختیار کیا ہے اور یہ قول دوسرے اقوال کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔ لیکن بال اور ناخن کا کاٹنا، لباس اور خوشبو سے متعلق ہے قتل صید سے نہیں۔ یہ زیادہ اچھا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے: قتل صید ایک غلطی ہے جس پر کوئی تاوان نہیں ہے یہ امام احمد کا ایک اور قول ہے۔ اس قول کی بنیاد پر بال اور ناخن بدرجہ اولیٰ نکل جاتے ہیں۔

اسی طرح اس کے حق میں یہ بات بھی جاتی ہے کہ روزہ دار بھول چوک کر یا غلطی سے کھالے یا پی لے یا شب بائٹی کر لے تو اس پر کوئی قضا واجب نہیں ہے یہ سلف و خلف کے ایک گروہ کا قول ہے۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بھول چوک کر یا غلطی سے ان چیزوں کے ارتکاب کرنے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے امام مالکؒ ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں: یہ قیاس ہے لیکن اس کی

مخالفت کی ہے بھول جانے والے کے حق میں۔ حدیث ابو ہریرہ کے وارد ہونے کی وجہ سے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: بھول جانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن غلطی کر جانے والے کا ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ابو حنیفہ، شافعی اور احمد کا قول ہے۔ ابو حنیفہ بھول جانے والے کو استحسان کی جگہ میں رکھتے ہیں۔ شافعی مسلک کے پیرو اور احمد کہتے ہیں: نیاں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے لیکن اس کے برخلاف یہ ممکن ہے کہ اس وقت تک افطار نہ کرے جب تک سورج کے غروب ہو جانے کا اسے یقین نہ ہو جائے اور جب بھی طلوع فجر کا اسے شک ہو کھانا پینا روک دے۔

لے حدیث کے الفاظ ہیں "اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: روزے کی حالت میں جو بھول جائے اور کھائے یا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کر لے اس لئے کہ اسے اللہ نے کھلادیا اور پلا دیا ہے" متفق علیہ۔

یہ تفریق کمزور ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس لیے کہ روزہ دار کے لیے سنت یہ ہے کہ افطار میں جلدی کرے، اور سحری میں تاخیر کرے اور جب بدلی چھائی ہوئی ہو تو وہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا جس میں شک نہ شامل ہو الایہ کہ لمبا وقت گزر جائے جس میں مغرب کی نماز بھی فوت ہونے لگے اور اس کے ساتھ افطار میں جلدی کرنے کا حکم بھی فوت ہو جائے۔ مغرب کی نماز کی جسد ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اگر اس پر عزوب آفتاب کے سلسلے میں شک ہو جائے تو یقین کی حد تک مغرب کو موخر کرے گا اور بسا اوقات شفق کے عزوب تک وہ اسے موخر کر دے گا لیکن اسے عزوب آفتاب کا یقین نہ آسکے گا۔

ابراہیم نخعی اور دوسرے اسلاف سے منقول ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے کہ بدلی کے دنوں میں لوگ مغرب کو دیر سے پڑھنا اور عشاء کو جلد پڑھ لینا مستحب سمجھتے تھے۔ اسی طرح

ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں ادا کرتے تھے اور اہل
 اور دوسرے لوگوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ان کے بعض ساتھیوں
 نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ احتیاط کے پیش نظر ایسا کرتے تھے
 لیکن معاملہ یوں نہیں ہے اس لیے کہ عصر اور عشاء میں تو یہ چیز احتیاط
 کے خلاف معلوم ہوتی ہے، یہ جمع بین الصلاہین اس لیے منسوخ ہے
 کہ ان دو نمازوں کو عذر کی وجہ سے اکٹھا کر لیا جاتا ہے اور بدلی
 بھی عذر کے قائم مقام ہے۔ اس لیے پہلی نماز بالکل آخری وقت
 میں اور دوسری نماز بالکل اولین وقت میں ادا کی جاتی تھی اور اس
 میں دو مصلحتیں تھیں۔

- ۱۔ تاکہ لوگوں کو آسانی ہو جائے اور بارش کے خوف سے ایک
 ہی بار انہیں ادا کر لیں۔ جس طرح کہ بارش کی حالت میں ادا کرتے ہیں
- ۲۔ مغرب کے وقت کا ہو جانا یقینی ہو جائے۔ اسی طرح
 ظہر اور عصر کو واضح تر قول کے مطابق جمع کرتے تھے اور یہی امام

احمد سے بھی ایک روایت آتی ہے۔ ان دونوں نمازوں کو کچھڑ اور بارش اور سخت ٹھنڈک کی وجہ سے جمع کرتے تھے۔ یہی علماء کا واضح ترقول ہے اور امام مالک کا قول یہی ہے اور امام احمد کے مسلک میں بھی واضح ترین یہی قول ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عصر اور عشاء کو مقدم کرنے کی غلطی، ظہر اور مغرب کو مقدم کرنے کی غلطی سے بہتر ہے۔ اگر آخر الذکر دونوں نمازوں کو وقت سے پہلے ادا کر لے تو کسی حال میں وہ جائز نہ ہوگی۔ اس کے خلاف ظہر اور مغرب کے اوقات میں ان دونوں نمازوں کی ادائیگی جائز ہے اس لیے کہ معذوری کی حالت میں وہی ان کا وقت ہے۔ اور اشتباہ کی حالت معذوری کی حالت ہے۔ اس لیے اشتباہ کے ساتھ دو نمازوں کو جمع کرنا بہتر ہے اس سے کہ شک کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے۔

یہ ہے وہ احتیاط جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے لیکن یہ احتیاط

وقت مشترک میں نماز کے تیقن کے ساتھ ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ فجر میں استحباب کا کہیں ذکر نہیں ہے نہ ہی عشاء اور عصر میں۔ اگر اس اندیشہ کی وجہ سے جمع کیا جاتا کہ کہیں نماز وقت سے پہلے نہ ہو جائے تو فجر میں بھی اور عشاء میں بھی اس کو اپنایا جاتا۔

جب کہ احادیث میں بدلی کے دن عصر کی نماز پہلے پڑھ لینے کا حکم ہے۔ اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں: "بدلی کے دن نماز جلد ادا کرو اس لیے کہ جس نے عصر کی نماز ترک کر دی تو اس کا سارا کیا کرایا غارت ہو گیا"۔

لہ اس سیاق میں یہ حدیث کمزور ہے۔ اس کی تخریج احمد (۵: ۳۶۱) نے ابن ماجہ (۶۹۴) نے بواسطہ اوزاعی بواسطہ یحییٰ ابن ابی کثیر بواسطہ ابو قتادہ بواسطہ ابوالمہاجر بواسطہ یربیدہ کی ہے وہ کہتے ہیں "ہم آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے میں نے اللہ کے رسولؐ کو یہ کہتے سنا" بکروا بالصَّلوةِ فی یومِ الغیمہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ: اگر بدلی کے دن مغرب کی نماز تاخیر کے ساتھ پڑھنے کو مستحب قرار دیا گیا ہے تو افطار کو بھی اسی طرح مؤخر کرنا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ مغرب کی تاخیر عشاء کی تقدیم کے ساتھ اس طرح مستحب ہے کہ شفق غائب ہوتے سے پہلے اسے پڑھ لے، اگر اسے اتنی دیر تک مؤخر کر دیا گیا کہ شفق غائب ہو جائے تو یہ مستحب نہیں ہے اور اس حد تک افطار کو مؤخر کرنا مستحب نہیں ہے۔

اس لیے بارش کے دن مسنون طریقہ یہی ہے کہ مغرب کے وقت میں تقدیم کر کے نماز پڑھی جائے، شفق کے غائب ہونے تک

فانه من فاتته صلوة العصر فقد جط عمله (یعنی بدلی کے دن نماز اول وقت پر ادا کرو اس لیے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی اس کا سارا کیا کریا غارت ہو گیا۔)

www.KitaboSunnat.com

مغرب کو مؤخر کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ اس میں لوگوں کے لئے بڑی زحمت ہے بشریعت نے جمع کو اسی لئے جائز کہا تا کہ مسلمان تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور یہ بات بھی ہے کہ مستحب تقدیم و تاخیر یہ نہیں ہے کہ ان دونوں کو ملا دیا جائے بلکہ مستحب یہ ہے کہ ظہر کو مؤخر کیا جائے اور عصر کو مقدم کیا جائے چاہے ان دونوں کے درمیان زمانی فصل ہو اسی طرح مغرب اور عشاءیں ہو۔ اس طرح کہ لوگ ایک نماز پڑھیں اور دوسری کا انتظار کریں انہیں دوبارہ گھر جا کر واپس نہ آنا پڑے اسی طرح جمع کے جواز کے لئے مسلسل نماز پڑھتے رہنا شرط نہیں ہے جس کا تذکرہ ہم نے دوسرے مقامات پر کیا ہے۔

پھر صحیح البخاری میں اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے صحیح وثابت حدیث ہے وہ کہتی ہیں کہ: ”رسولؐ کے زمانے میں بدلی کے دن رمضان میں ایک دن ہم نے افطار کیا پھر سورج نکل آیا“ اس سے دو باتیں معلوم

ہوتی ہیں؛ بدلی کے دن غروب کے یقینی ہونے تک افطار کو مؤخر کرنا مستحب نہیں ہے اس لیے کہ صحابہ نے ایسا نہیں کیا اور نبیؐ نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا اور اپنے دور کے نبی کے ساتھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے متعلق بعد کے دور کے لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور سب سے زیادہ ان کی اطاعت کرتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قضا واجب نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبیؐ نے اگر قضا کا حکم دیا ہوتا تو یہ بات عام ہوتی اور یہ چیز منتقل ہوتی جس طرح ان کا افطار کرنا منتقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔ جب ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس کا حکم نہیں دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہشام بن عروہ سے پوچھا گیا: کیا قضا کا حکم دیا گیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا قضا سے نجاسات کی کوئی سبیل بھی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہشام کی تنہا رائے،

جو انہوں نے حدیث کو سامنے رکھ کر دی ہے۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ معمر نے ان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے ہشام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے نہیں معلوم لوگوں نے قضا کی تھی یا نہیں، انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور بخاری نے ان سے اس کا ذکر کیا ہے اور حدیث کی روایت انہوں نے ان کی بیوی فاطمہ بنت المنذر اور انہوں نے اسما سے کی ہے ہشام نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں کو قضا کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور عروہ اپنے بیٹے سے زیادہ واقف حال تھے۔ یہ اسحاق بن راہویہ کا قول ہے اور احمد نے کہا ہے ”قیاس یہ ہے کہ وہ روزہ نہیں توڑے گا۔ ہم نے اسے صرف قول عمر کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا اور اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل کے ساتھی ہیں ان کے اصول و فروع ان کے مسلک کی موافقت میں ہیں اور ان دونوں کی اکثر مسائل میں مطابقت ہے اور کوسج

تے اپنے مسائل احمد اور اسحاق سے پوچھے۔ اسی طرح حرب کرمانی نے اپنے مسائل احمد اور اسحاق سے دریافت کیے۔ اسی لیے ترمذی احمد اور اسحاق کے قول کو جمع کرتے ہیں اور ان دونوں کے قول کی تواتر کو سچ کے مسائل سے کی گئی ہے۔

اسی طرح ابو زرعمہ، ابو حاتم، ابن قتیبہ اور دوسرے ائمہ اہل سنت و حدیث احمد اور اسحاق کے مسلک کو سمجھتے تھے اور ان دونوں کے قول کو دوسرے تمام اقوال پر مقدم رکھتے تھے اور ائمہ حدیث جیسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، وغیرہ بھی ان دونوں کے پیروکاروں میں سے ہیں اور ان سے علم و فقہ حاصل کیا ہے اور داؤد اسحاق کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

احمد بن حنبل سے اسحاق کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہتے : میں اسحاق سے پوچھتا ہوں۔ اسحاق مجھ سے پوچھتے ہیں۔
اور شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق، ابو عبیدہ، ابو ثور، محمد بن نصر المروزی

داؤد بن علی اور دوسرے لوگ سب فقہاء حدیث میں رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی کتاب میں کہتا ہے۔

أَهْلَ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَقْتُ إِلَى نِسَائِكُمْ
هَنَّ لِبَاسٍ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٍ لِهِنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ
تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ
بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْكُمْ وَكُلُوا
وَأَشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ
الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ مِنْ ثُمَّ آتُوا الصِّيَامَ
إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي
الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ
يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (بقرة: ۱۸۷)

(تمہارے لیے روزے کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے

لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا، اور تم سے درگزر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں سے شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لئے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپید صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے۔ تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں مشغف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں۔ ان کے قریب نہ پھٹکنا، اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لئے بصراحت بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ غلط رویے سے بچیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احادیث کے ساتھ یہ آیت بتاتی ہے کہ ظہور فجر تک کھانے پینے کا حکم دیا گیا ہے۔ طلوع فجر میں شک ہونے کے باوجود کھانے پینے کا حکم دیا

گیا ہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر اس
سلسلے میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔

فصل

سرمر لگانا - حققتہ (پاخانے کے راستے سے پیٹ تک دوا پہنچانا) کا استعمال کرنا - تقطیر (میشاب کے راستے سے اندر دوا داخل کرنا) مامومہ (جس کا سر کھل دیا گیا ہو) اور جائفہ (ایسا زخم لگے جو پیٹ تک پہنچ جائے) کا علاج کرنا، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے سلسلے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

کچھ لوگ ان میں سے کسی چیز کو روزہ کے لئے ناقض نہیں مانتے کچھ علماء سرمر کو چھوڑ کر بقیہ تمام چیزوں کو ناقض روزہ کہتے ہیں۔ کچھ لوگ تقطیر کے سوا ساری چیزوں کو ناقض کہتے ہیں اور کچھ اہل علم ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ سرمر لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے نہ تقطیر سے اور بقیہ تمام چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔

سب سے واضح قول یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز روزہ نہیں توڑتی اس لئے کہ روزے کا تعلق دین اسلام سے ہے جس کی خاص و عام تمام چیزوں کی معرفت ضروری ہے اگر یہ امور اللہ کے حرام کردہ ہوتے اور اللہ نے روزہ دار کو ان سے روکا ہونا اور ان سے روزہ فاسد ہو جاتا تو رسولؐ کے اوپر واجب تھا کہ اس کی وضاحت کر جاتے اور اگر آپؐ نے اس کا ذکر کیا ہوتا تو صحابہؓ اس سے ضرور واقف ہوتے اور اسے امت تک پہنچاتے جس طرح شریعت کی تمام تفصیلات پہنچائی ہیں۔ چونکہ کسی اہل علم نے نبیؐ سے اس سلسلے میں کچھ بھی نقل نہیں کیا نہ صحیح حدیث نہ ضعیف اور نہ مسند اور نہ مرسل، اس لئے معلوم ہوا کہ آپؐ نے اس طرح کی کوئی چیز بیان نہیں کی۔ سہرہ کے سلسلے میں جو حدیث مروی ہے وہ کمزور ہے، ابو داؤد نے سنن میں اس کی روایت کی ہے، اور ان کے علاوہ کسی دوسرے نے اس حدیث کی روایت نہیں کی نہ

وہ مسند احمد میں نہ دوسری معتمد کتابوں میں۔

ابوداؤد کہتے ہیں حدثنا النبیلی، ثنا علی بن ثابت قال

حدثنی عبد الرحمن بن النعمان بن معبد بن ہوذۃ عن ابیہ

عن جدۃ عن النبیؐ ” آپ نے سوتے وقت اٹھ (ایک قسم کا پتھر

جس سے سرمہ تیار کیا جاتا ہے) استعمال کرنے کا حکم دیا کہ یہ راحت بخش

ہے اور فرمایا ” روتہ وار کو اس سے پچنا چاہیے۔“ اور ابوداؤد

کہتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔

المنذری کہتے ہیں: اور عبد الرحمن ضعیف ہیں۔ اور ابو حاتم رازی

کہتے ہیں: وہ سچے ہیں لیکن کون ان کے والد اور ان کی عدالت او

لہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی علت النعمان بن معبد ہیں جیسا کہ اس

کی طرف المنذری نے اشارہ کیا ہے اور وہ ان کے بقول ”غیر معروف“ ہیں

اور ”تقریب“ میں ”انہیں مجہول الحال“ کہا گیا ہے۔

ان کے حافظہ کے متعلق جانتا ہے ؟

یہی حال معبد کا ہے۔ یہ ایک دوسری ضعیف حدیث سے منگرا رہی ہے جس روایت نے اس کی سند کے ساتھ الحسن بن مالک سے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں عبدالاعلیٰ بن وصل نے بتایا، وہ کہتے ہیں ہمیں حسن بن عطیہ نے بتایا انہیں ابو عاتکہ نے بتایا انس بن مالک کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ : ایک آدمی نبیؐ کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا : میری دونوں آنکھوں میں تکلیف ہے کیا میں روزہ ہوتے ہوئے سرمہ لگا سکتا ہوں ؟ آپ نے فرمایا : ”ہاں“ ترمذی کہتے ہیں اس کی سند قوی نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کچھ بھی منقول نہیں ہے اور ابو عاتکہ ضعیف ہیں۔ یہ ترمذی کی باتیں ہیں۔ اس شخص کے سلسلے میں بخاری کہتے ہیں کہ ”یہ منکر حدیث ہے“ اور نسائی کہتے ہیں کہ : ثقہ نہیں ہے۔ اور رازی کہتے ہیں کہ ”اس سے حدیثیں غائب ہو

جاتی ہیں۔

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ: حقنہ لینا اور مامونہ اور جائفہ کا علاج کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لے میں کہتا ہوں: اس کا نام طرفیب بن سلیمان یا سلیمان بن طرفیب ہے
 الی فظ یا اس کے بارے میں کہتے ہیں: ضعیف ہے اور سلیمان نے اس میں مبالغہ
 کیا ہے: "میں کہتا ہوں کہ اما بخاری ان سے بھی آگے ہی کیونکہ وہ اس شخص کو منکر
 حدیث کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے جیسا
 کہ ذہبی کی "المیزان" اور حافظ ابن کثیر کی "اختصار علوم الحدیث" وغیرہ میں ہے۔
 یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے جس میں انسؓ کا فعل
 ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے، ابو داؤد نے سند حسن کے
 ساتھ اس کی تخریج کی ہے اور حافظ "تلخیص" میں کہتے ہیں کہ "حرج نہیں
 کہ اسے قبول کر لیا جائے" (ص ۱۸۹)

کی جانب سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے محض قیاس سے کام لے کر اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان کی سب سے مضبوط دلیل جس سے وہ استدلال کرتے ہیں یہ ہے۔ ”ناک میں پانی خوب ڈال لیا کرو، الایہ کہ تم روزے سے ہو“ (حدیث) اس سے انہوں نے یہ بات نکالی کہ دماغ تک جو بھی چیز پہنچے، روزہ توڑ دے گی۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جو چیز پیٹ میں پہنچ جائے، روزہ توڑ دے گی۔ جیسے حقنہ، تقطیر وغیرہ، چاہے وہ کھانے اور غذا کی جگہ جائے یا پیٹ کے اندر کہیں اور جائے۔

جن لوگوں نے تقطیر کو مستثنیٰ کیا ہے وہ کہتے ہیں: تقطیر پیٹ تک اثر نہیں کرتی اس میں تو صرف ٹپکا یا جاتا ہے۔ اھلیل دیشاب (کاسورخ) میں جانے والی چیز، ایسی ہی ہے جیسے ناک یا منہ میں چلی جائے۔

جنہوں نے سمرہ کو مستثنیٰ کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ: آنکھ

قبل (اگے کی شرمگاہ) اور دُبُر (پچھے کی شرمگاہ) کی طرح گزر گاہ نہیں ہے بلکہ وہ سرمہ پی لیتی ہے جیسے حیم تیل اور پانی پی لیتا ہے۔ اور جو سرمہ کونا قرضِ روزہ کہتے ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ سرمہ انسان کے اندر تک نفوذ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی ناک سے پانی بہتے لگتا ہے اس لیے کہ آنکھ کے اندر وہ گزر گاہ ہے جو خلق کے اندر تک جاتی ہے۔

جب لوگوں کی دلیل اس طرح کے قیاسات ہیں تو ان کی وجہ سے متعدد اسباب کی روشنی میں روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

پہلا سبب یہ ہے کہ قیاس اگر حجت ہے تو اسے صحت کی شرائط پوری کرنی چاہیئے۔ ہم اصول میں کہہ چکے ہیں کہ نصوص نے تمام شرعی احکام کی وضاحت کر دی ہے اگرچہ اس پر قیاس صحیح بلکہ انداز میں دلالت کر رہا ہو۔

جب ہمیں معلوم ہے کہ اللہ کے رسول نے کسی چیز کو حرام

نہیں کہا ہے نہ اسے واجب کیا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ حرام ہے نہ واجب اور یہ کہ اس کے وجوب یا تحریم کو ثابت کرنے والا قیاس فاسد ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ کتاب و سنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو ان چیزوں کے روزہ توڑ دینے پر دلالت کرتی ہو تو اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ یہ چیزیں روزہ کو نہیں توڑتی ہیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جن احکام کی معرفت امت کے لئے ضروری تھی ان کی عام وضاحت رسول اکرمؐ کے لئے ناگزیر تھی اور ضروری تھا کہ امت اسے نقل کرے جب ایسی بات نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دین میں شامل نہیں ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ معلوم ہے۔ رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں روزہ رکھنا فرض نہیں قرار دیا گیا بیت الحرام کو چھوڑ کر کسی اور گھر کا قصد کرنا واجب نہیں ہے۔ رات و دن میں صرف پانچ وقت کی نمازیں فرض

ہیں محض عورت کی ملاقات کی وجہ سے (مباشرت اور انزال کے بغیر) غسل کو واجب نہیں کیا گیا نہ بڑی گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے نہ وضو کو واجب کیا گیا (اگرچہ خروج کا اندیشہ رہتا ہے) نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد دو رکعتیں مسنون قرار دی گئیں جس طرح کہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد دو رکعتوں کی ادائیگی مسنون ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منی نجس نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسی سلسلے میں کسی سے کوئی ایسی سند منقول نہیں ہے جس سے استدلال کیا جاسکے کہ آپ نے مسلمانوں کو منی سے اپنے بدن اور کپڑے دھونے کا حکم دیا ہو اگرچہ اس کی عام ضرورت پیش آتی رہتی ہے بلکہ آپ نے عائشہ عورت کو حکم دیا چونکہ ضرورت کم ہی پڑتی ہے اس لیے حیض کے خون سے اپنی تمیص دھلے بلکہ مسلمانوں کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ منی سے اپنے کپڑوں اور جسموں کو صاف کر لیں۔ وہ حدیث جسے بعض فقہاء نے روایت کی ہے کہ: "پیشاب

پاخانہ، منی، مذی اور خون سے کپڑے دھل لے جائیں " تو یہ نبی کا کلام نہیں ہے نہ معتقد حدیث کی کتابوں میں درج ہے نہ علماء حدیث میں سے کسی نے ایسی سند کے ساتھ اس کی روایت کی ہے جس سے استدلال کیا جاسکے اور عمار سے روایت کی گئی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے

لے اس کی روایت ابو یعلیٰ نے کی ہے اور ان سے ابن جوزی نے "التحقیق"

(۱: ۶۳-۶۴) میں روایت کی ہے عن ثابت بن حماد حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن عمار بن یاسر مر فوعابہ البتہ اس روایت میں "مذی" کی جگہ "القحی" ہے اسی طرح طبرانی نے "الوسط" (۱۱-۱) میں ابن عدی نے "الکامل" (ق ۴۷: ۱) میں دارقطنی (۴۷) نے اور بہیقی (۱۴: ۱) نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ:

"یہ باطل ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور علی بن زید سے استدلال

نہیں کیا جاسکتا اور ثابت بن حماد کے اوپر احادیث وضع کرنے کا اتہام ہے۔"

کہ یہ ان کا قول ہے کہ: حضرت عائشہؓ نے منیٰ لگنے کی وجہ سے آپ کے

اور دارقطنی نے کہا ہے کہ:

”اسے ثابت بن حماد کے سوا کسی نے روایت نہیں کی اور وہ حد درجہ ضعیف

ہیں۔“

اور عبدالحق اللاتبیلی نے ”الأحكام الكبرى“ (ق ۲۷ : ۱) میں کہا ہے:-

”ثابت بن حماد کی احادیث منکر ہیں اور بدلی ہوئی ہیں۔“

ابن عراق کی ”تنزیہ الشریعة“ (۲ : ۷۳) میں اپنے اصل ”ذیل الأئادث

الموضوئہ لیسوطی (۹۹) کی اتباع میں ہے: ”اور ابن تیمیہ نے کہا ہے جسے ان کے

ابن عبد الہادی نے ”التقیح“ میں نقل کیا ہے کہ ”یہ حدیث اہل علم کے نزدیک

بھوٹ ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”تحقیق ابن الجوزی“ کے ساتھ التقیح کے مطبوعہ نسخہ میں

مؤلف سے یہ منقول عبارت موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

کپڑے دھوئے لے اور انہیں خوب زور سے مل دیا لے

لے صحیحین اور دوسری کتابوں میں یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے یوں مروی ہے وہ کہتی ہیں :

”میں رسول اللہ کے کپڑے سے منی دھل دیا کرتی تھی پھر آپ نماز کے لئے نکلتے تھے اور تھوڑے سے پانی کا اثر آپ کے کپڑے پر باقی رہتا تھا۔“
دارقطنی (۴۶) نے اس کی روایت کی ہے اور یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ :
”پھر آپ نماز کے لئے نکلتے اور میں دھلنے کے اثر سے دھبہ کو دیکھتی رہتی“ اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔

لے ابو داؤد (۳۷۱) نے ہمام بن حارث کے واسطے سے تخریج کی ہے کہ وہ عائشہؓ کے پاس تھے۔ چنانچہ اختلاف ہو گیا اور کپڑے سے جنابت کے نشانات کو دھلتے ہوئے انہیں عائشہؓ کی ایک باندی نے دیکھ لیا۔ اس نے جا کر عائشہؓ سے کہا تو انہوں نے فرمایا ”تم مجھے دیکھ چکی ہو کہ میں رسول اللہ کے کپڑوں سے منی

یہ روایت منی سے کپڑے دھلنے کے وجوب پر دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ کپڑے میل کچیل، گرد و غبار، رینٹ اور تھوک وغیرہ لگنے کی وجہ سے بھی صاف کیے جاتے ہیں۔ واجب تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب اپنے اس کا حکم دیا ہو جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان چیزوں کے

کو رگڑتی ہوں" اس کی سند صحیح ہے اور ترمذی نے اس کی تخریج کی ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے اور یہ حدیث مسلم (۱: ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶) میں متعدد طرق سے مروی ہے۔ دارقطنی نے حضرت عائشہ سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں "میں رسول اللہ کے کپڑے سے منی رگڑ دیا کرتی تھی اگر وہ خشک ہوتا اور اسے دھوئی اگر تر ہوتا" اور اس کی سند صحیح ہے۔

احمد نے (۶: ۲۴۲) جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں: اللہ کے رسول اذخر کے عرق سے اپنے کپڑے سے منی اڑا دیا کرتے تھے پھر اس میں نماز پڑھ لیتے تھے اور اگر خشک ہوتا تو اسے رگڑ دیا کرتے تھے پھر اسی میں نماز پڑھ لیتے

لگ جانے کی وجہ سے کپڑے دھلنے کا حکم نہیں دیا نیزہ منقول ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ کو اس کا حکم دیا ہو۔ ہاں انہیں اس پر باقی رکھا اس سے جواباً یا استجاب کا پہلو البتہ نکلتا ہے۔

لیکن وجوب کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

اس طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہے نہ پیشاب و پاخانہ کے راستوں کو چھوڑ کر کسی اولیٰ راہ سے نجاست خارج ہونے سے وضو واجب ہوتا ہے اس لئے کہ کسی نے رسول اکرمؐ سے کوئی ایسی چیز نقل نہیں کی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لوگ برابر پھینا گواتے تھے قے کرتے تھے اور جہاد میں زخمی ہوتے تھے اور کسی صحابی نے اپنی رگ خون نکالنے کے لئے کاٹ دی تھی۔ اور اسی کو فضا کہتے ہیں۔ لیکن کسی مسلمان نے یہ نقل نہیں کیا کہ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو اس کی وجہ سے وضو

کرنے کا حکم دیا ہو۔

اسی طرح لوگ اپنی بیویوں کو شہوت اور بغیر شہوت کے چھوتے ہی رہتے تھے لیکن کسی مسلم نے روایت نہیں کی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اس کی وجہ سے وضو بنانے کا حکم دیا ہو۔ قرآن سے بھی اس سلسلہ میں کوئی راہنمائی نہیں ملتی بلکہ مس سے مراد جماع کرنا ہے۔ جیسا کہ اپنے موقع پر اس کی تفصیل آگئی ہے۔

اور ذکر (مرد کے آگے کی شرمگاہ) کو چھونے سے وضو کر

کا جو حکم دیا ہے وہ محض استحباب کے پہلو سے ہے چاہے بغیر شہوت کے چھوا ہو یا شہوت کی تحریک پر۔

اسی طرح جو شخص اپنی بیوی کو چھولے اور شہوت حرکت میں

لہ استحباب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وجوب کا حکم ہے اور یہ مولف کا قول

ہے اور یہی صحیح ہے بشرطیکہ شہوت کی تحریک پر ہو۔

آجائے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وضو کرے۔
 اسی طرح وہ شخص بھی جو سوچے اور اس کی شہوت حرکت میں آ
 جائے اور پھر منتشر ہو جائے
 اسی طرح جو شخص نابالغ لڑکے کو یا کسی اور کو چھو لے اور پھر منتشر ہو جائے
 پس شہوت کی حرکت پر وضو کرنا عرصہ کے وقت وضو کرنے
 کی جنس سے ہے اور یہ مستحب ہے۔ اس لئے کہ سنن میں ہے بنی
 سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: عرصہ شیطان کی جانب سے ایک فعل

لیجیہاں مراد سنن ابوداؤد ہے اور وہ (۱۴۷۸۴) اور احمد (۲۴۶:۴)
 عروہ بن محمد السعدی کے طریق سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ
 نے بتایا اور انہیں میرے دادا نے بتایا۔ مرفوع روایت ہے۔

اس اثنا میں ضعف ہے اس لئے کہ مذکورہ عروہ کو ابن جہان کے علاوہ
 کسی نے ثقہ نہیں کہا اور اس کے باوجود ان پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ "وہ غلطیاں کرتے

ہے اور شیطان آگ کا بنایا ہوا ہے اور آگ پانی سے بچھائی جاتی ہے جب تم میں سے کسی کو عتصہ آئے تو وہ وضو کر لے۔"

اسی طرح وہ شہوت جو غالب آجائے وہ بھی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور چونکہ اس سے آگ کے قریب آجاتی ہے اس لیے وضو کے ذریعہ اسے بچھانے کا مستحب حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ آگ اسے لگے گی تو بدن پر ضرور اثر انداز ہوگی اور جب وہ وضو کرے گا تو پانی سے آگ بچھ جائے گی۔

مخصوص میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو یہ بتائے کہ یہ حدیث

تمھے "اور حافظ نے "التقریب" میں "مقبول" کہہ کر ان کی نرمی کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی جب موافقت ہو تو قابل قبول ہے ورنہ انفرادیت کے وقت حدیث زم ہوگی۔ جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں کہا ہے یہ ان کی خاص اصطلاح ہے۔ ضروری ہے کہ اس سے آگاہ رہا جائے۔

منسوخ ہے بلکہ نصوص یہ بتاتے ہیں کہ وضو واجب نہیں ہے، وضو کا مستحب ہونا ان لوگوں کے مقابلہ میں معتدل رائے ہے جو اسے واجب مانتے ہیں اس حدیث ہی کو منسوخ کر دیتے ہیں اور یہ مسلک احمد کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے۔

اس طریقے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جانور (جن کا گوشت کھایا جاتا ہے) کا پیشاب اور ان کی لید نجس نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان چیزوں سے عام طور سے سابقہ پیش آنا رہتا ہے، عرب قوم اونٹوں اور بھیڑوں کی قوم تھی وہ جانوروں کے مکانات میں بیٹھتے اور نماز ادا کرتے تھے اور ان میں مینگنیاں بھری ہوتی تھیں اگر یہ مینگنیاں اور پیشاب پاخانے کے حکم میں ہوتے تو نجس قرار پاتے اور اللہ کے رسولؐ ان سے بچنے کا حکم دیتے اور تاکید کرتے کہ ان کے بدن اور کپڑے ان سے لت پت نہ ہوں اور نہ ان میں نماز ادا کریں۔

حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسولؐ اور آپ

کے صحابہ بکریوں کی باڑ میں نماز ادا کرتے تھے اور بکریوں کی بیٹھنے کی جگہوں پر نماز ادا کرتے کا آپ نے حکم دیا ہے اور اونٹ کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز پڑھنے سے روک دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ

لے شیخین اور دوسرے لوگوں نے انس کے واسطے سے اس حدیث کی تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں: نبی بکریوں کی باڑ میں نماز پڑھتے تھے۔ اور ترمذی (۱۸۲:۲) نے کہا ہے کہ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

۱۲ اس سلسلے میں متعدد صحابہ سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ ان میں ابو ہریرہؓ جابر بن سمرہ اور براء بن عازب ہیں۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے الفاظ یہ ہیں "بکریوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز پڑھو، اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر نماز نہ پڑھو"۔ یہی حدیث جابر تو اس کی تخریج مسلم اور احمد نے کی ہے اور حدیث براء کی تخریج ابو داؤد احمد سے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

اونٹ کی سینگنیوں کے نجس ہونے کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ یہ حکم ویسے ہی ہے جیسے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم ہے۔

بکریوں کے باسے میں آپؐ نے فرمایا: چاہو تو وضو کر لو اور چاہو تو نہ کرو۔

اور فرمایا ہے "اونٹ جنات سے پیدا کئے گئے ہیں اور ہر

لے امام احمد (۴: ۸۵، ۸۶، ۵، ۵۴، ۵۵، ۵۶) نے ابن ماجہ (۷۶۹) نے اور بیہقی (۲: ۴۴۹) نے بطریق احسن بواسطہ عبداللہ بن مغفل المزنی نے تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: "بکریوں کی باڑ میں نماز پڑھ لو اور اونٹ کی باڑ میں نماز پڑھو کیونکہ وہ شیطان سے پیدا کیے گئے ہیں" اور احمد کی روایت میں ہے: "کیونکہ وہ جنات سے بنائے گئے ہیں کیا تم ان کی آنکھوں کو اور بھڑکنے کو نہیں دیکھتے جب وہ بد کہتے ہیں" اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ اس لیے اس

اونٹ کی کوہان پر ایک شیطان رہتا ہے۔

کی اسناد کو بشوکانی نے "نیل الاوطار" (۲: ۲۳۰) میں صحیح کہا ہے لیکن حسن بصری مدلس
ہیں اور انہوں نے اس روایت کو عن فدا عن فدا کہا کہ بیان کیا ہے اگر انہوں نے
عبداللہ سے سنا ہے تو صحیح ہے۔

لے ان الفاظ کے ساتھ حاکم (۱: ۴۴۲) نے ابو ہریرہ کی حدیث کو مرفوع قرار
دیا ہے اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: "تو انہیں سواری کے کام میں لاؤ کیونکہ اللہ
نے انہیں سواری بنایا ہے" اس کی سند حسن ہے اور حاکم نے مسلم کی شرط پر اسے صحیح
کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے پھر حاکم نے اور دارمی (۲: ۲۸۶) نے
حمزہ بن عمرو سلمیٰ کی حدیث سے مرفوع ان الفاظ میں تخریج کی ہے۔ "ہر اونٹ کے اوپر
شیطان رہتا ہے تو جب تم ان پر سواری کرو، اللہ کا نام لے لیا کرو تاکہ تمہاری کوئی
ضرورت باقی نہ رہ جائے" اور حاکم نے کہا ہے "مسلم کی شرط پر صحیح ہے" اور
ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ وہی ہے جیسا کہ ان دونوں نے کہا ہے

اور فرمایا: ”فخر اور گھمنڈ اونٹوں والے کاشتکاروں میں ہوتا ہے اور سکینت بکری والوں میں ہوتی ہے۔“

چونکہ اونٹ کے اندر وہ شیطنت ہوتی ہے اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے اس لئے اس کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم دیا ہے یہ چیز اس شیطنت کو بجھا دیتی ہے اور اس کی باڑ میں نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ اس لئے کہ وہ شیطانوں کا ٹھکانہ ہے جس طرح حمام میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے کیونکہ وہ شیطانوں کی قیام گاہ ہے۔

اور اس کی تخریج انہوں نے اور احمد نے (۴۲۱۱۴) ابوالاس خزاعی کی حدیث سے ابوہریرہ کی حدیث کی طرح کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے ”مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔“ اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔
لہ اس کی تخریج شیخین اور احمد نے ابوسعید خدریؓ کی مرفوع حدیث کی ہے

اس لیے کہ خبیث روحوں کی قیام گاہ اس بات کی
سزاوار ہے کہ اس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ خبیث جسموں
کی جگہوں کے مقابلے میں بلکہ خبیث روحوں خبیث
جسموں کو محبوب رکھتی ہیں۔

اسی لیے کجھوروں کے جھنڈ شیطانوں کی قیام گاہ تھے
جہاں وہ قیام کرتے تھے اور حمام اونٹوں کے بیٹھنے کی
جگہوں اور نجس سرزمین کے مقابلے میں یہ جھنڈ اس
بات کے زیادہ سزاوار تھے کہ ان میں نماز پڑھنے سے روک
دی جائے۔

کجھوروں کے جھنڈ کے سلسلہ میں کوئی خاص نص وارد نہیں
ہے اس لیے کہ مسلمانوں کے نزدیک اس کا حکم بالکل واضح
تھا۔ اس سلسلے میں کسی بیان کی ضرورت نہ تھی۔ اسی لیے کوئی
مسلمان ان جھنڈوں میں بیٹھتا تھا نہ ان میں نماز پڑھتا تھا

بلکہ گھروں میں پاخانہ بنوانے سے پہلے وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے رخصتی یا کھلے میدان کا رخ کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ حمام میں یا اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ان باغات کے جھنڈوں میں نماز پڑھنا اس سے کہیں زیادہ مناسب اور سزاوار ہے، حالانکہ وہ حدیث بھی روایت کی جاتی ہے جس میں قبرستان، بوچرہ، حسانہ گھور، باغات کے جھنڈ، راستے کا اوپری حصہ اور اونٹ کی باڑ میں اور بیت اللہ شریف کی چھت پر نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔

فقہاء حدیث کا اس میں باہم اختلاف ہے۔ امام احمد کے ساتھی اس میں دو قول رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ان جگہوں کو ممنوع سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ

حدیث ثابت نہیں ہے۔ لہ

میں تے احمد کی تحریروں میں اس سلسلے میں کوئی اجازت پائی نہ رکاوٹ، حالانکہ عذاب کی جگہوں پر نماز پڑھنے کو وہ مکروہ کہتے ہیں

لہ میں کہتا ہوں یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت (رواء الغلیل) (۲۸۱) میں کی ہے لیکن اس کے دو چلے صحیح ہیں: اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے روکنا۔ اس کی تفسیر دو حدیثوں سے پہلے ہو چکی ہے اور مقبرہ میں نماز کی ممانعت، اسی سلسلے میں ابو سعید خدری کی موضوع حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں "پوری سرزمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے" اسے تمام اصحاب سنن نے ناسی کو چھوڑ کر اور حاکم اور احمد نے روایت کی ہے۔

اس کی اسناد صحیح ہے۔ ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے انہی میں مولف بھی ہیں جیسا کہ میں نے "ارواء الغلیل" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ان سے یہ بات ان کے بیٹے عبد اللہ نے نقل کی ہے اسی سلسلہ میں حضرت علیؑ سے سند حدیث کی وجہ سے جسے ابو داؤد نے روایت کی ہے انہوں نے کھجوروں کے جھنڈ، اونٹوں کے باڑے اور جام کو ممنوع کہا،

لہ انہوں نے کتاب الصلوٰۃ کے آغاز میں ابوصالح غفاری کے طریق سے اس کی روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ بابل سے گزے۔ مؤذن نے عصر کی اذان کی اجازت چاہی، جب آپ وہاں سے نکل آئے، تب آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا، اور نماز کھڑی ہوئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا،

”میرے حبیب نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روکا تھا اور مجھے اس بات سے روکا تھا کہ بابل میں نماز پڑھوں اس لیے کہ اس پر اللہ کی لعنت آچکی ہے اور بیہقی (۴۵۱، ۲) نے ابو داؤد کے طریق سے اس کی روایت کی ہے اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن حجر اور دوسرے لوگوں نے اس کی صراحت کی ہے جیسا کہ میں نے ”ضعیف سنن ابی داؤد“ (ص ۶) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اور ان تینوں کا تذکرہ خرقی وغیرہ نے بھی کیا ہے۔
 جو لوگ اس کے قائل ہیں وہ کبھی اس کا حکم نص کے ماخذ پر قیاس
 کے ذریعہ واضح کرتے ہیں تو کبھی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور جنہوں
 نے فرق کیا ہے وہ حدیث میں کلام کرنے اور فارق بیان کرنے کے
 ضرورت مند ہیں اور منع بھی کیا گیا ہے کبھی یہ منع مکروہ رہا ہے اور کبھی
 حرام رہا ہے۔

وہ احکام، جن کی عام طور سے ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ جب
 ان کے سلسلے میں ناگزیر ہے کہ اللہ کے رسولؐ ان کی عمومی وضاحت کریں
 اور امت اسے اخذ کر لے تو یہ معلوم ہے کہ سرمہ لگانا اور اس نوعیت
 کی دوسری چیزیں عموم البلویٰ کی فہرست میں آتی ہیں اور عام طور پر
 ان سے دوچار ہونا پڑتا ہے جیسے تیل، غسل، خوشبو، دھونی وغیرہ
 کی عام طور سے ضرورت پڑتی ہے۔

اگر ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی وضاحت ضرور کرتے جیسا کہ دوسری چیزوں کے بارے میں وضاحت کی ہے جب آپ نے اس طرح کی کوئی وضاحت نہیں فرمائی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرمہ بھی خوشبو، دھونی اور تیل کی جنس سے ہے۔ دھونی کبھی کبھی ناک میں چڑھ جاتی ہے اور دماغ میں داخل ہو کر جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ تیل کو بدن پیتا ہے اور اپنے اندر داخل کرتا ہے اور اس سے انسان قوت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح خوشبو سے ایک نئی قوت محسوس کرتا ہے۔ جب روزہ دار کو ان چیزوں کے استعمال سے نہیں روکا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کا خوشبو استعمال کرنا، دھونی دینا اور تیل لگانا جائز ہے اسی طرح سرمہ لگانے کا معاملہ بھی ہے۔

دور نبوی میں مسلمان جہاد میں یا کہیں زخمی ہونے لگے کسی کا کچل جاتا تھا اور کسی کے پیٹ میں تلوار یا برچھی یا نیزہ اتر جاتا تھا، اگر ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا تو آپ اس کی وضاحت ضرور

کرتے آپ نے جب اس سے روزہ دار کو نہیں روکا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

تیسرا سیدب یہ کہ قیاس کے ذریعہ تفسیر (روزہ کے لئے کسی چیز کا ناقص ہونا) کو ثابت کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ قیاس صحیح ہو یعنی قیاس یا تو اپنے جامع باب پر ہوتا ہے یا فارق کے ابطال پر۔ اگر اصل میں کسی علت کی کوئی دلیل مل جائے تو اسے فرع تک پہنچا دیا جاتا ہے، یا یہ معلوم ہو جاتا ہے شریعت میں جن اوصاف کا خیال رکھا گیا ہے ان کے سلسلہ میں ان دونوں میں کوئی فارق نہیں ہے اور یہ قیاس یہاں نابلو ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو یہ بتائے کہ جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے روزہ توڑنے کا سبب بتایا ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز بھی دماغ یا بدن تک پہنچ جائے یا جو منقذ سے داخل ہو یا جو پیٹ تک پہنچ جائے یا اسی طرح کی اور دوسری

چیزیں جن پر قیل قیل کرنے والے لوگ اللہ اور اس کے رسول کا حکم لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے کھانا اور پانی کو روڑ دار پر حرام اسی مشترک معنی کی وجہ سے ٹھہرایا ہے۔ جو کھانے پینے کی چیزوں اور نمونہ اور جائزہ کی دوا کے دماغ اور پریٹ تک پہنچنے اور سرمہ، ہفتنہ اور تقطیر وغیرہ کے اندر تک اثر انداز ہونے کے درمیان پایا جاتا ہے۔

اور جب اس وصف سے اللہ اور رسول کے حکم کو متعلق کرنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی تو کوئی کہہ دیتا ہے کہ: اللہ اور اس کے رسول نے بس اس چیز کو مفطر بنا دیا ہے، اور وہ بلا دلیل یہ کہہ دیتے ہیں۔ دوسرا بغیر دلیل کے کہتا ہے کہ اللہ نے اس چیز کو حلال کیا ہے اور اس چیز کو حرام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سلسلے میں وہ ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اسے اللہ نے کہا ہے یا نہیں اور یہ جائز نہیں ہے

اور جو علماء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اشتراک حکم لگانے کے لیے کافی ہے تو وہ ایسے شخص کے مقام پر ہیں جو کسی ایسے مسلک کی صحت پر اعتقاد رکھتا ہے جو صحیح نہیں ہے یا کسی لفظ کے ایسے معنی کو لیتا ہے جو رسول اکرم نے مراد نہیں لیا۔ یہ اجتہاد ہے جس پر ان کو ثواب ملے گا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کی باتوں کو شرعی حجت تسلیم کر لیا جائے جس کی اتباع مسلمانوں پر واجب ہو۔

چوتھا سبب قیاس اس وقت صحیح ہوگا جب شارع کا کلام حکم کی علت پر دلالت نہ کرے لہٰذا جب ہم اصل کے اوصاف کا تجزیہ کریں تو ان میں وصف معین کے سوا کوئی ایسی چیز نظر نہ آسکے جسے علت کہا جاسکے۔

لہٰذا یعنی قیاس اس وقت صحیح ہوگا جب مذکورہ شرط کے مطابق شارع کا نص حکم کی علت پر دلالت نہ کرے "رشید رضا"

اور جب ہم نے اصل کی علت مناسبت یا الٹ پھیر یا اس چیز کے قائلین کے بقول ہم آہنگ مشابہت کی وجہ سے ثابت کر دی تو ضروری ہے کہ ان کا تجزیہ کریں ورنہ اصل میں دو مناسب اوصاف ہو جائیں گے اور یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ یہ حکم فلاں وصف کی وجہ سے لگایا گیا ہے فلاں وصف کی وجہ سے نہیں۔

یہ بات معلوم ہے کہ نص اولاً جماع نے کھانے پینے، جماع کرنے اور حیض آنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹنے کو ثابت کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو بنانے والے کو بہت زیادہ ناک میں پانی ڈالنے سے منع کر دیا ہے جب وہ روزے سے ہو اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) پر ان کا قیاس ان کی مضبوط ترین دلیل ہے، جس کا ذکر آچکا ہے، حالانکہ یہ کمزور قیاس ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص ناک کے دونوں سوراخوں سے پانی کھینچے گا۔ پانی اس کے حلق اور پیٹ تک جائے گا اور اس سے وہ مقصد حاصل

ہو جائے گا جو منہ سے پینے سے حاصل ہوتا ہے اور پانی سے اس کے بدن کو تقویت ملے گی۔ اس کی پیاس بجھے گی اور اس کے معدہ میں کھانا ہضم ہوگا جس طرح پانی پینے سے ہضم ہوتا ہے۔

اگر استنشاق کے سلسلہ میں نص موجود نہ ہوتی تو عقل سے یہ بات معلوم ہو جاتی کہ یہ بھی پینے سے ہی تعلق رکھتا ہے، ان میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے ایک میں منہ سے پانی جاتا ہے اور دوسرے میں ناک سے اور یہ غیر معتبر ہے، بلکہ منہ تک پانی کا چلا جانا روزہ کے لئے ناقض نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ روزہ ٹوٹنے کا یہ راستہ ہے لیکن سرمہ حقنہ، جائفہ اور مامومہ کے علاج و عیزہ میں یہ بات نہیں ہے اس لئے کہ سرمہ سے قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ غذائیت نہیں ملتی، نہ کوئی سرمہ اپنے پیٹ، ناک یا منہ میں داخل کرتا ہے، یہی معاملہ حقنہ کا ہے، اس سے کسی صورت میں بھی غذائیت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ بدن میں جو

کچھ ہوتا ہے اسے خالی کر دیتا ہے۔ جیسے وہ کوئی مہل دو اسونگھ لے یا اتنا خوف زدہ ہو جائے کہ اس کا پیٹ چلنے لگے۔ حقنہ معدہ تک نہیں پہنچتا اور مامومہ اور جائفہ کے علاج میں جو دو امدہ تک جاتی

لے المباح میں ہے؛ جب مرض کے مخرج سے اس کے پیٹ میں دو اپہنچانی جائے تو کہیں گے حَقَنْتُ الْمَرِيضَ اور اسم حقنہ ہے اور اس سے اختفان آتا ہے جیسے فرقہ ام ہے انفراق کا۔ پھر ہر اس دو پر اس کا اطلاق ہونے لگا جو علاج کے لیے استعمال کی جائے۔ جمع حَقْدٌ آتی ہے جیسے عُرْفَةٌ کی جمع عُرَفٌ آتی ہے یہ بھی وہ حقنہ ہے جس کے بارے میں شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور ان کا یہ قول برحق ہے لیکن اس زمانے میں ایک اور حقنہ ہے اور اس میں بعض غذائی مواد آنٹوں تک پہنچایا جاتا ہے جس سے مرض کو تقویت دینا مقصود ہوتا ہے اور آنت معدہ کی طرح ہضم کرنے والا آلم ہے تو حقنہ کی یہ قسم روزہ کو توڑ دے گی اور اسی مرض کی لیے جائز ہے جس کے لیے روزہ توڑ دینا مباح ہو "شیدنا"

ہے وہ اس غذا کے مشابہ نہیں ہوتی جو مریض کے پیٹ میں جاتی ہے۔
اللہ سبحانہ تعالیٰ کہتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ (بقرہ ۱۸۳)
(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں
طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیڑوں پر فرض کئے گئے تھے۔)
اللہ کے رسول فرماتے ہیں :
الصَّوْمُ جَنَّةٌ « روزہ ڈھال ہے » ؕ

لہ جائفہ : زخم جو پیٹ تک پہنچ جائے۔ ماہومہ امر میں زخم کاری جو
دماغ تک پہنچ جائے۔

۱۷ نسائی لحاس کی مرفوع روایت معاذ بن جبل سے کی ہے اور احمد نے حدیث قدسی
میں بائبر سے روایت کی ہے اور اسی طرح شیخین نے حدیث ابی ہریرۃ کی روایت کی ہے۔

دوسری حدیث ہے "بشيطان ابن آدم کے خون کے اندر خون کی طرح
دوڑتا ہے تو بھوک اور روزے سے اس کے راستوں کو تنگ کر دو"۔ لے

لے یہ حدیث صحیح ہے صحیحین اور دوسری کتابوں میں انس بن مالکؓ اور صفیہ
بنت حبیبی کے واسطے سے اس کی تخریج کی گئی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ نہیں ہے
"فَضَّيْقُوا الْخَالِ" اور احادیث کی چھپی ہوئی کتابوں یا مخطوطات میں اس کی اصل کا مجھے
پتہ نہیں۔ البتہ غزالی نے اپنی کتاب "الاحیاء" (۱: ۲۰۸، ۳۶، ۷۰)
میں دو جگہوں پر حدیث میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی تخریج کرتے والے حافظ
عراقی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے تعجب ہے کہ اس
طرح کی چیز مؤلف کی نگاہ سے اوجھل رہی لیکن اس اضافہ کے بغیر ہی انہوں نے اس
حدیث کا مستند مقامات پر ذکر کیا ہے۔ شاید کسی نے جاہل نقل کرنے والے شخص کی
طرف سے یہ اضافہ درج ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود سید رشید رضا رحمہ اللہ علیہ پر اس کا
حال مخفی رہا۔ انہوں نے اس رسالہ کی تعلق میں اس پر کوئی نوٹ نہیں چڑھایا۔

روزہ دار کو کھانے اور پینے سے روک دیا گیا اس لئے کہ یہ چیزیں قوت کا باعث ہیں اس لئے کھانا پینا بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے بہت زیادہ خون پیدا ہوتا ہے جس میں شیطان گردش کرتا ہے اور وہ خون جس کے ساتھ شیطان دوڑتا ہے، اگلے سے پیدا ہوتا ہے جھتہ، سرمہ تقطیر اور مومہ اور جائفہ کے علاج سے نہیں اور یہ خون ناک میں پانی ڈالنے سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پانی خون بناتا ہے۔ اس لئے روزہ کی تکمیل کے لئے اس سے روک دیا گیا۔

چونکہ نص اور جماع سے ثنابت اصل میں یہ تمام معافی و اسباب موجود ہیں۔ اس لئے کہ ان کا یہ دعویٰ کہ شارع نے اوصاف کی وجہ سے جنی کا انہوں نے ذکر کیا ہے، یہ حکم لگایا ہے، ان اوصاف سے ٹکراتا ہے اور اصل میں کوئی ٹکراؤ یا مخالفت اس طرح کے تمام قیاسات کو باطل کر دیتی ہے اگرچہ یہ واضح نہ ہو کہ جس وصف کا یہ لوگ دعویٰ کر رہے ہیں وہی صحیح ہے دوسرا غلط ہے۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں: بلکہ شارع نے یہ حکم ایسے اوصاف کی وجہ سے لگایا ہے جو مقام نزاع میں نہیں پائے جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محل نزاع میں حکم کی علت نہیں ہے اور یہ محل نزاع اور فساد قیاس حکم کے نابود ہونے سے آزاد ہے اس لیے کہ وہ مصنف جس کا شارع نے اصل میں قصد کیا تھا جب فرع میں نہیں پایا جاتا تو معلوم ہوا کہ شارع نے فرع میں حکم کو ثابت نہیں کیا ہے اور علت نہ ہونے کی وجہ سے حکم نہیں لگے گا، اور یہ قیاس عکس و فرق ہے جو قیاس کی ایک قسم ہے۔

اوپر جو کچھ گزر چکا ہے اس سے قیاس طرد درہم برہم ہو جاتا ہے جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے اور یہ قیاس عکس کا اثبات ہے جو فرع میں حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور دلیل میں معارضہ تھا یہاں مستقل دلیل ہے اور وہ حکم میں معارضہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کوئی دلیل دیں گے تو ہم کہیں گے:

یہ معلوم ہے کہ کھانے پینے اور جماع سے رک رہنے کا روزے دار کو حکم دیا گیا ہے اور یہ نفس و اجماع سے ثابت ہے۔ نبی اکرم کی ثابت حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: "شیطان ابن آدم کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔" بلاشبہ خون کھانا اور پانی سے پیدا ہوتا ہے اور اگر کھا پی لیا جائے تو شیطان کی جریان گاہ خوب وسیع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ بھوک کے ذریعہ اس کی گزرگاہوں کو تنگ کر دو، جب وہ تنگ ہو جائیں گی اور دل اچھے کام کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ جن سے جہنم کے دروازے بند ہوں گے۔ جن سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں اور منکرات سے دور رہنے کے لئے تیار ہوں گے، اور شیاطین جکڑ دیئے جائیں گے تو ان کی قوت اور کارکردگی کمزور پڑ جائے گی اور رمضان میں وہ تمام کام نہیں کر سکیں گے جو دوسرے مہینوں میں

لہ اس سے مراد خواہشات ہیں۔ رشید رضا۔

بے محابہ کرنے رہتے ہیں۔ حدیث میں یہ نہیں کہا کہ شیطان قتل کرے جانتے ہیں یا مر جاتے ہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ حکم دئے جاتے ہیں اور حکم اہوا شیطان بھی نقصان پہنچا سکتا ہے لیکن دوسرے مہینوں کے مقابلے میں رمضان میں بہت کم کر سکے گا اور یہ آدمی کے روزے کا کمال اور اس کے نقص کے لحاظ سے ہوگا، جس شخص کا روزہ کامل ہوگا، شیطان اس سے اتنا دور رہے گا جتنا ناقص روزہ والے سے دور نہیں ہوگا۔ چنانچہ یہ مناسبت روزہ دار کو کھاتے پینے سے روکتے یہ ظاہر ہے اور حکم اسی کے مطابق ثابت ہوتا ہے۔

تاریخ کا کلام اس وصف اور اس کی تاثیر کا لحاظ رکھنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ وصف حقنہ، سرمہ وغیرہ میں نابود ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ : بلکہ سرمہ پیٹ کے اندر تک اتر جاتا ہے اور خون میں تبدیلی آتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ : یہ ایسا ہی ہے جیسے بھاپ کے

بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ناک سے چڑھ کر دماغ تک پہنچ جاتی ہے اور خون کو بدل دیتی ہے، جیسے تیل کے بارے میں کہا جاتا ہے جسے جسم پی لیتا ہے، متنوع وہ چیز ہے جو معدہ تک پہنچ جائے جیسے غذا اور خون کو بدل دے اور بدن میں تقسیم ہو جائے۔

ہم اسے پانچو ال سبب کہتے ہیں اور سر، مہ، حقیقہ اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کو دھونی، تیل اور دوسری چیزوں پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں چیزوں میں ایک چیز مشترک ہے وہ یہ کہ دونوں ہی قسموں سے بدن کو غذا نہیں ملتی اور معدہ میں خون کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اس وصف نے یہ واجب قرار دیا ہے کہ یہ امور روزہ توڑنے کا سبب نہ بنیں اور یہ چیز محل نزاع میں پانی جاتی ہے۔

فرع کو دو اصل اپنی طرف کھینچتے ہیں اور شریعت میں قابل لحاظ صفات کی مشابہت کی وجہ سے فرع ان دونوں سے قریب ہوتی محسوس ہوتی ہے اور ہم نے شریعت میں جس صفت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اس کا

ذکر کر دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ: روزہ دار مٹی یا کنکری یا دوسری چیزیں کھائے جس سے بار آور تغذیہ ممکن نہ ہو سکے تو کیا ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہوگا کہ: ان چیزوں کو معدہ قبول کرتا ہے اور اس سے خون میں تبدیلی آتی ہے جس سے بدن بڑھتا ہے لیکن یہ ناقص غذا ہے تو اس کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے وہ زہر یا کوئی نقصان دہ چیز کھا لے وہ اس شخص کی منزلت میں ہوگا۔ جس نے بہت زیادہ کھالیا ہو، اور بد مضمی یا کسی اور بیماری میں مبتلا ہو گیا ہو، اس لئے روزے کی حالت میں اس سے روکنا اس کے لئے اور زیادہ ضروری ہے اس لئے کہ ان چیزوں سے عام دنوں میں بھی روکا گیا ہے۔ اس کی حیثیت زنا کی ہے جب رمضان میں مباح و طی سے بھی روک دیا گیا ہے تو ممنوع حرام ہے اور زیادہ سختی سے روکا جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ: جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

حیض بھی روزہ کے لئے ناقض ہے جب کہ ان دونوں میں یہ علت نہیں پائی جاتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایض اور جماع سے ثابت احکام ہیں۔ اس لئے ان کے اثبات کے لئے قیاس کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ علتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ کھانے پینے سے روکتا اور اس سے روزہ کا ٹوٹنا ایک حکمت کے پیش نظر ہو سکتا ہے اور جماع کی حرمت اور اس سے روزہ کے ٹوٹ جانے میں دوسری حکمت ہو سکتی ہے اور حیض کو روزہ کے لئے مفطر بنانے میں کوئی تیسری حکمت کام کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ حیض کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ حرام ہے۔ اس لئے کہ نص اور جماع سے روزہ توڑ دینے والی چیزیں جب اختیاری دجیے کھانا پینا اور جماع کرنا، اور غیر اختیاری دجیے حیض کا خون) میں تقسیم ہو گئی تو اسی طرح ان کی علتیں بھی تقسیم ہو جاتی ہیں۔

پس ہم کہتے ہیں: رہا جماع تو یہ اس وجہ سے حرام ہے کہ یہ

منی کے انزال کا سبب ہے جو استقاءۃ (جان بوجھ کرتے کر دینا) حیض اور بچھنا لگوانا کے برابر ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم اس کی وضاحت کریں گے۔ یہ ایک طرح کا خالی کرنا ہے نہ کہ کھانے پینے کی طرح بھرنا اور دوسری جہت سے یہ ایک شہوت ہے اس لئے کھانے پینے کے برابر ہے۔

حدیث قدسی ہے: ”روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا وہ اپنی شہوت کو اور اپنے کھانے کو میری خاطر چھوڑتا ہے۔“

لے شیخین اور دوسرے لوگوں نے حدیث ابی ہریرہ سے اس کی تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔

”ابن آدم کا ہر عمل بڑھا دیا جاتا ہے نیکی دس گنی سے سات سو گنی تک بڑھ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کہتا ہے: مگر روزہ میرے لئے ہے

اللذی خاطر انہی مرغوب چیزوں کو چھوڑنا ہی محبوب و مقسود عبادت ہے جس پر ثواب ملتا ہے جیسے مجرم کو اپنے معمولات لباس، خوشبو اور بدن کی دوسری لذتیں چھوڑنے پر اجر ملتا ہے۔ اور جماع بدن کی سب سے بڑی لذت ہے اور نفس کا سرو

اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ اپنی شہوت اور اپنا کھانا میری خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے خوشی کے دو مواقع ہیں: ایک خوشی انقطاع کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ اللہ کو پسند ہے۔ بخاری نے حدیث کے آغاز میں اتنا اور اضافہ کیا ہے ”روزہ ڈھال ہے غش کوئی نہ کرے جھگڑے نہیں اور اگر کوئی اس سے جھگڑے یا اسے گالی دے تو کہہ دے ”میں روزے سے ہوں“ میں روزے سے ہوں“

اور اس کا انبساط ہے۔ شہوت کو اور خون اور بدن کو کھانے کے مقابلہ میں کہیں بڑھ کر تحریک کرتا ہے۔ چونکہ شیطان ابن آدم کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے اور غذا اس خون کو بڑھاتی ہے جو شیطان کی کارگاہ اور جریان گاہ ہے اس لیے جب وہ کھاتا پیتا، تو اس کا نفس شہوتوں کی طرف لپکتا ہے اور عبادات سے محبت اور اس سے متعلق اس کے ارادے کمزور پڑ جاتے ہیں اور یہ مفہوم جماع کے باسے میں کافی واضح اور موثر ہے اس لیے کہ یہ نفس کے ارادہ کو شہوات کی طرف بڑھاتا ہے اور عبادات سے اس کی دلچسپی کو بہت کم کر دیتا ہے بلکہ جماع ہی شہوتوں کی منتہا ہے اور اس کی شہوت کھانے پینے سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اس لیے جماع کرنے والے پر ظہار کا کفارہ واجب ہے اور اس پر غلام کی آزادی یا جو سنت اور اجماع سے اس کا قائم مقام ثابت ہے اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ شنیع ترین حرکت ہے اور

اس کے داعی و محرکات بہت طاقتور ہوتے ہیں اور اس سے فساد بھی بہت زیادہ پھیلتا ہے۔ جماع کو حرام کرنے میں یہ سب سے بڑی حکمت ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ بدن کو خالی کر کے کمزور کر دیتا ہے تو یہ دوسری حکمت ہے ان دونوں میں اس کی حیثیت کھانے اور حیض کی ہوگئی اور اس باسے میں جماع بہت زیادہ اثر کن ہے کیوں کہ کھانے اور حیض سے کہیں زیادہ یہ روزے کو فاسد کر دیتا ہے۔

ہم حیض کی حکمت اور قیاس کے مطابق اس کے جسر بیان پر گفتگو کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں: شریعت نے ہر چیز میں عدل ملحوظ رکھا ہے۔ اور عبادات میں غلو کرنا وہ ظلم ہے جس سے شارع نے روکا ہے اور اس نے عبادات میں میاں رومی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اسی لیے

جلد افطار کرنے اور دیر سے سحری کھانے کا اس نے حکم دیا ہے

لے شیخین اور دوسرے لوگوں نے حدیث سہل بن سعد کی تخریج کی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: لوگ خیریت سے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، اور احمد (۵-۱۴۷۱-۱۷۲) نے حدیث ابو ذر روایت کی ہے اور اضافہ بھی کیا ہے کہ "اور سحری میں تاخیر کرتے رہیں گے" حافظ نے "الفتح" میں اس پر سکوت اختیار کیا ہے اس کے رجال میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں۔

لے ابو ذرؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، "ہم انبیاء کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جلد افطار کریں، سحری دیر سے کھائیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ سے پھر رکھیں۔"

طبرانی نے "المعجم البکیر" میں اس کی تخریج کی ہے اور ان سے الضیاء المفدسی نے "الأحادیث المختارة" میں کی ہے اور اسی طرح ابن حبان نے اپنی صحیح

اور مسلسل روزہ سے روکا ہے۔ اور فرمایا ”افضل روزہ یا عادلانہ روزہ داؤد کا روزہ ہے“ وہ ایک روزہ روزہ رکھتے تھے اور ایک

میں عمرو بن الحارث کے طریق سے کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے عطار بن ابی رباح کو یہ کہتے سنا انہوں نے کہا میں نے ابن عباس کو کہتے سنا۔ یہ صحیح سند ہے، اس کی تخریج دارقطنی اور طیبی نے اور بیہقی نے بطریق طلحہ بن عمرو بواسطہ عطاء کی ہے اور طلحہ ضعیف ہیں۔

ابو یوسف اور دوسرے لوگوں نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی نے پیہم روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لوگوں نے پوچھا، آپ تو پیہم روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا، میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں شیخین نے اس کی تخریج حدیث ابو ہریرہ سے کی ہے اور اس میں ہے ”میں رات گزارتا ہوں۔ مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔“

ابو یوسف نے اپنی اپنی صحیح میں حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی تخریج کی ہے

روز ناعہ کرتے تھے اور جب جنگ میں مڈ بھڑ ہوتی تو فرار اختیار نہیں کرتے تھے۔“

عبادات میں میاں روی شریعت کا اہم ترین مقصد ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کہتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ
اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ (مائدہ : ۸۷)

اس نے حلال کو حرام ٹھہرانا ظلم کہا ہے جو عدل کی ضد ہے اور ایک دوسرے مقام پر کہتا ہے۔

فِي ظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ
أَحَلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ

وَ أَخَذِيَهُمُ الَّذِينَ بَدَلُوا وَقَدْ تَهَوَّأَعْنَهُ (نساء، ۱۶۰، ۱۶۱)
 ان یہودیوں کے اسی ظالمانہ رویہ کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ
 بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور سود لیتے ہیں۔ جس سے
 انہیں منع کیا گیا تھا ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو
 پہلے ان کے لیے حلال تھیں۔)

چونکہ انہوں نے ظلم کیا اس لیے حلال و طیب چیزیں بھی ان
 پر حرام کر دی گئیں۔ اس کے برعکس عادلانہ امت کے کہ اس
 کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئیں اور فضیلت و خراب چیزیں
 حرام کر دی گئیں۔

چونکہ یہ بات ہے اس لیے روزہ دار کو ان چیزوں کے
 استعمال سے بھی روک دیا گیا۔ کہ وہ ایسی چیزیں خارج نہ کرے
 جس سے وہ کمزور ہو جائے اور وہ مادہ نکل جائے جس سے
 اسے غذا حاصل ہو رہی ہے ورنہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اسے نقصان

ہوگا اور اس کی عبادت عدل پر مبنی نہ رہ کر غلو اور تعدی سے محفوظ نہ رہ سکے گی۔

خروج ہونے والی چیزیں دو قسم کی ہیں؛ ایک قسم تو وہ ہے جس سے احتراز کرتے پر انسان قادر نہیں ہے یا جس کا خروج انسان کو نقصان نہیں پہنچاتا تو اس قسم سے روکا نہیں گیا ہے۔ جیسے پیشاب پاخانہ، ان دونوں کا خروج نقصان دہ ہے نہ ان سے اجتناب ممکن ہے اگر خروج کا وقت آجائے۔ ان کا خروج نقصان دہ ہونے کے بجائے مفید ہے۔

اسی طرح اگر قے آجائے تو اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، ایسے ہی سوتے میں اختلام سے نہیں بچا جاسکتا۔

ہاں اگر وہ جان بوجھ کرتے کرے تو قے اس کھانے پانی کو نکال دیتی ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اور جو معدہ میں تبدیلی لاتا ہے، یہی حال قصداً منی کے انزال کا ہے۔ ساتھ ہی اس میں

شہوت بھی ہے وہ اس منی کا خروج کرتا ہے جو معرہ میں تبراہی اور
الٹ پھیر کا باعث بنتی ہے اور وہ اس خون کو خارج کر دیتا ہے جس
سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اس لئے منی کے خروج میں اگر افراط
ہو جائے تو یہ انسان کے لئے نقصان دہ ہے اور اس کے ساتھ خون
بھی نکلنے لگتا ہے۔

وہ خون جو حیض کے زمانے میں نکلتا ہے۔ اس میں بھی خون
ہی کا خروج ہوتا ہے اور حائضہ دوسرے اوقات میں جب کہ خون کا
خروج نہ ہو روزہ رکھ سکتی ہے اس دوسری حالت میں اس
کا روزہ اعتدال پر پنی ہوگا اس میں وہ خون نہ نکلے گا جو بدن کو تقویت
دیتا ہے اور حیض کی حالت میں روزہ رکھنے سے یہ واجب آئے گا کہ اس
میں اس کا وہ خون خارج ہو جائے جو اس کا مارہ ہے اور اسکے بدن کو
نقصان پہنچے گا اور اسے کمزور کرے گا اور اس کا روزہ اعتدال کی حد
سے نکل جائے گا اسی لئے اسے حکم دیا گیا کہ وہ ایام حیض کے ماسوا دوسرے

دنوں میں روزہ رکھے۔

اس کے برعکس مستحاضہ کا معاملہ ہے۔ اس لیے کہ استحاضہ پورے اوقات پر حاوی ہے اس کا کوئی متیقن وقت نہیں ہے اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے بلکہ اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ اگر روزہ استحاضہ کے آخر تک ملتوی کر دے تو آخر میں پھر استحاضہ آسکتا ہے۔ اس لیے عورت کے لیے اس سے بچنا اس طرح ممکن نہیں ہے جس طرح تھے سے اور زخموں اور چھوڑوں سے خون نسنے سے اور احتلام سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اسے حیض کے خون کے برعکس روزے کا منافی نہیں بتایا۔ اس پر پچھنا اور قصد کے خون کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ پچھنا کے سلسلے میں علماء میں اختلاف ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ٹوٹتا اور نبی کے اس قول ”پچھنا لگانے اور پچھنا لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے“ کی بے شمار احادیث میں جن کی حافظین

حدیثِ ائمہ نے توضیح کی ہے۔

متعدد صحابہ نے روزہ دار کے لئے پھینا کو مکروہ قرار دیا ہے۔ بعض صحابہ ایسے تھے جو صرف رات میں پھینا لگواتے تھے۔

اہل بصرہ کا معمول تھا کہ جب رمضان کا مہینہ

شروع ہو جاتا تو پھینا لگانے والوں کی دکانیں بند کر دیتے تھے۔ اور حجامت (پھینا) روزہ کو توڑ دیتی

ہے یہ اکثر فقہائے حدیث کا مسلک ہے۔ جیسے احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ، ابن المنذر وغیرہ۔

اور اہل حدیث فقہاء، اسی پر عامل ہیں، وہ لوگ

نبی اکرمؐ کی پیروی میں سب سے ممتاز ہیں۔ اور جو لوگ پھینا لگوانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کے قائل ہیں وہ اس

حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو "الصحيح" میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینا لگوایا حالانکہ آپ حالت

احرام میں روزے سے تھے لے

لے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ”صحیحین“ کی کسی کتاب میں نہیں ہے جیسا کہ مصنف خود آگے کہتے ہیں۔ بلکہ بخاری کے ہاں ان الفاظ کے ساتھ ہے (۱: ۴۸۴) پچھنا لگوایا اور وہ احرام باندھے ہوئے تھے اور آپ نے پچھنا لگوایا اور روزے سے تھے۔ اس کو بطریق وہیب عن ایوب عن عکرمہ عن ابی عباس روایت کی ہے پھر اسے (۲: ۵۳) بطریق عبدالوارث روایت ہے وہ کہتے ہیں ہمیں ایوب نے بتایا لیکن اس میں حدیث کا پہلا آدھا حصہ نہیں ہے اور ترمذی (۱: ۱۴۹) نے دونوں الفاظ کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کی ہے جسے مؤلف نے بخاری کی طرف منسوب کیا ہے دونوں روایتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لیے کہ ترمذی کی روایت بتاتی ہے کہ پچھنا ایک ہی دن بجات صیام و احرام آپ نے لگوایا اور یہ مشکل ہے اس لیے کہ نبی نے احرام کی جہت کی طرف صرف غزوہ فتح مکہ میں سفر کیا ہے اور اس وقت آپ صوم کی حالت میں نہیں تھے، جیسا کہ ”التلخیص“ (۱: ۱۸۹) میں ہے اور بخاری کی روایت میں اس

احمد وغیرہ نے اس اضافہ ”وہو صائغ“ پر اعتراض کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ثابت یہ ہے کہ آپ نے بچپنا لگوا یا اور حالت احرام میں تھے۔ احمد کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے کہا: شعبہ کہتے ہیں حکم نے صائم کے لئے حجامت کے سلسلے میں مقسم کی حدیث نہیں سنی۔ یعنی شعبہ کی حدیث جو عن المحکم عن مقسم عن ابن عباس

طرح کا کوئی اشکال نہیں ہے۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو حالات کے بارے میں خبر دے دی گئی ہے، ان میں سے ہر ایک دوسرے سے الگ اور مستقل ہے۔ اسی لئے حافظ کہتے ہیں کہ ترمذی کی روایت میں بعض راویوں کو وہم ہو گیا ہے اور صحیح بخاری کی روایت ہے وہ کہتے ہیں: ”اس حدیث کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مستقل حالت میں صدور ہوا، اور اس میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے اور اس کو تقویت اس سے بھی ملتی ہے کہ اکثر احادیث نے الگ الگ بیان کیا ہے“ یعنی ہر قضیہ دوسرے سے الگ ہے۔

مروی ہے کہ نبیؐ نے پچھنا لگوایا اور وہ روزے سے حالت احرام میں تھے۔

کہنا کہتے ہیں: میں نے احمد سے حدیث حبیب بن الشہید عن میمون بن مہران عن ابن عباس کے بارے میں پوچھا کہ: "اللہ کے رسولؐ نے پچھنا لگوایا اور وہ روزے سے تھے اور حالت احرام میں

لہ ان الفاظ کے ساتھ احمد نے روایت کی ہے لیکن اس میں (۱: ۲۸۶، ۲۸۷) "محرم" نہیں ہے یہ شعبہ سے متعدد طریق سے روایت ہے اور طحاوی (۱: ۳۵۱) نے بطریق ابن ابی یلیٰ بواسطہ حکم روایت کی ہے اور اس میں "محرم" کا اضافہ ہے اور ابن ابی یلیٰ ضعیف ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ابو داؤد نے ابن ماجہ نے احمد نے اور سہقی نے یزید بن ابی زیاد بواسطہ مقم متعدد طریق سے روایت کی ہے اور اس میں یزید سور حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس لفظ کے ساتھ حدیث صحیح نہیں ہے۔

تھے "کیسی حدیث ہے؛ تو انہوں نے کہا: صحیح نہیں ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری نے اسے منکر کہا ہے لہٰذا صرف میمون بن مهران کی احادیث بروایت ابن عباس پذیرہ ہیں۔

انترم کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ کو اس حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا چنانچہ انہوں نے اسے ضعیف قرار دے دیا اور فرمایا: انصاری کی کتابیں فتنہ کی نذر ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ اپنے غلام کی کتابوں سے روایت کرنے لگے اور یہ حدیث انہی میں سے ہے۔

اور مہنا کہتے ہیں: میں نے احمد سے حدیث قبیلہ کے بارے میں پوچھا جو انہوں نے سفیان سے بواسطہ حماد بواسطہ سعید بن

لہٰذا میں کہتا ہوں: اس سلسلے سے ترمذی نے اس کی روایت کی ہے لیکن اس میں "محرّم" کا لفظ نہیں ہے جیسا کہ عقرب یہ حدیث آئے گی اور یہی صحیح ہے۔

جبیر بروایت ابن عباسؓ نقل کی ہے کہ "نبیؐ نے روزے اور احرام کی حالت میں پھینا لگوایا" تو انہوں نے فرمایا: یہ قبیصہ کی طرف سے غلطی کا نتیجہ ہے۔

اور میں نے قبیصہ کے بارے میں یحییٰ سے پوچھا تو انہوں نے کہا سچا آدمی ہے اور جس حدیث کی انہوں نے سفیان سے بواسطہ سعید روایت کی ہے اس میں ان کی طرف سے غلطی ہو گئی ہے۔

مہنا کہتے ہیں: اور میں نے احمد سے حدیث ابن عباسؓ کے بارے میں پوچھا کہ نبیؐ نے پھینا لگوایا اور بحالت احرام وصیام تھے؟ تو آپ نے فرمایا: اس میں صائم کا لفظ نہیں ہے صرف محرم کا لفظ ہے۔ اس کا ذکر سفیان نے بواسطہ عمرو بن دینار بواسطہ طاؤس بروایت ابن عباس اسی طرح کیا ہے۔

عبدالرزاق سے روایت ہے وہ عمر سے اور وہ ابن خثیم سے اور وہ سعید بن جبیر سے اور وہ ابن عباس سے اسی طرح روایت کرتے

ہیں یہ ابن عباسؓ کے ساتھی ہیں انہوں نے اس میں صائمؓ کا ذکر نہیں کیا ہے۔

لے میں کہتا ہوں، مگر چہ جن لوگوں کا امام احمد نے نام لیا ہے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ دوسرے لوگوں نے تو اس کا ذکر کیا ہے۔ جیسے بخاری کے نزدیک عکرمہ ہیں اور یہ حدیث گزر چکی ہے، ترمذی (۱: ۱۴۹) کے ہاں میمون بن مہران ہیں اور اس کے الفاظ یہ ہیں "آپ نے پچھنا لگایا اور روزے سے تھے" اور فرمایا کہ حدیث حسن ہے اس سلسلے سے غریب ہے۔ اور زاوالعمامی میں ابن قسیم کا قول کہ "صحیح نہیں ہے" اس تحقیق سے قابل رد ہے اور فتح الباری (۱۵۵: ۴) میں حافظ کے بقول یہ "حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے" لیکن "پچھنا لگانے اور لگانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے" کی حدیث کو منسوخ کرنے کے لئے مندرجہ بالا حدیث سے استدلال کرنا خالی از بحث نہیں ہے اس سلسلے میں حدیث ابوسعید خدریؓ سے استدلال کرنا زیادہ موزوں ہے

میں کہتا ہوں: امام احمد نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس پر بخاری نے مسلم متفق نہیں اسی لئے انہوں نے اس حدیث سے اعراض کیا جس میں روزہ دار کے پچھنا لگوانے کا ذکر کیا ہے اور دونوں صرف محرم کے پچھنا لگوانے پر متفق ہیں۔ جیسا کہ امام احمد نے اس کا ذکر کیا ہے دونوں

آپ نے فرمایا اللہ کے رسول نے روزہ رکھنے والے کو حجامت (پچھنا لگوانے) کے رخصت دی ہے۔ دارقطنی (۲۳۹) اور دوسروں نے صحیح سند کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ جیسا کہ فتح الباری (۴: ۱۵۵) میں ہے اس لئے اسے اختیار کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ رخصت عزیمت کے بعد ہی ہوتی ہے چنانچہ یہ حدیث ان احادیث کو منسوخ کر دیتی ہے جن میں حجامت (پچھنا) کو روزہ کے ٹوٹنے کا سبب بتایا ہے چاہے حجام ہو یا مجرم جیسا کہ ابن حزم وغیرہ نے کہا ہے۔ لہٰذا اس میں اختلاف ہے بخاری نے روزہ کو بھی ثابت کیا ہے لیکن احرام سے الگ کر کے جیسا کہ اس کی تحقیق صحیحیہ گزر چکی ہے۔

تے صحیحین میں بواسطہ عمر و بواسطہ طاؤس بروایت ابن عباسؓ یہ حدیث نقل کی ہے کہ "بنی نے پچھنا لگوایا اور آپ حالت میں تھے۔"
ان لوگوں نے حجامت والی حدیث کی نہایت کمزور تاویلات کی ہیں جیسے وہ کہتے ہیں: یہ دونوں غائب تھے یا وہ کہتے ہیں: دوسرے سبب سے یہ روزہ ٹوڑتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے بہتر تاویل وہ ہے جو امام شافعی نے اختیار کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ یہ قول ۸ رمضان کا ہے اور روزے اور احرام کی حالت میں آپ نے اس کے بعد پچھنا لگوایا ہے۔ اس لیے کہ احرام تو رمضان کے بعد ہی باندھتے ہیں اور یہ بھی ضعیف ہے اس لیے کہ مذکورہ حدیث میں یہ نہیں کہ آپ نے اس رمضان کے بعد کہا ہو جس میں آپ نے حاجم اور مجموع دونوں کے روزہ ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیا تھا بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا

تھا اور اگلے سال ذی قعدہ میں عمرۃ القضیہ کا احرام باندھا تھا اور تیسرے سال عام فسخ مکہ کو حجرانہ سے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا تھا اور حجۃ الوداع کے موقع پر دسویں سال حج کا احرام باندھا۔

بحالت روزہ آپ کا پچھنا لگوانا کسی احرام میں واضح نہیں ہے منسوخ کرنے کا دعویٰ دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے: ایک یہ کہ آپ نے حج میں یا عمرۃ الجحرانہ میں کیا ہو اس لئے کہ حاجم و محجوم کے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث مفزوة فتح مکہ کے موقع کی ہے ہو سکتا ہے کہ آپ نے پچھنا اس سے قبل کسی عمرۃ میں یا نو عمرۃ القضیہ یا عمرۃ الخدیجہ میں لگویا ہو۔

دوسری شرط یہ کہ: یہ معلوم ہو جائے کہ جب آپ نے پچھنا لگویا اس وقت روزے کی حالت میں نہیں تھے، لیکن حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے وہ روزہ رمضان کے مہینے کا نہیں تھا۔ اس لئے کہ رمضان میں احرام نہیں باندھا تھا۔ بلکہ سفر

میں احرام باندھا تھا اور سفر میں روزہ واجب نہیں ہے بلکہ صبح میں جو ثابت ہے وہ یہ کہ آخر میں آپ سفر میں روزہ نہ رکھتے تھے اور یہ کہ عام الفتح کو آپ نکلے یہاں تک کہ جب کدید کے مقام پر پہنچے تو روزہ توڑ دیا اور لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے سفر میں کبھی روزہ رکھا ہو۔ اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ جس احرام میں آپ نے پھینا لگو یا وہ فتح مکہ سے پہلے باندھا ہو گا اور حاتم و مجوم والی حدیث بلاشبہ عام الفتح مکہ کی ہے۔ اسی طرح بہترین احادیث میں آیا ہے۔

احمد کہتے ہیں :

ہمیں بتایا اسمعیل نے بواسطہ خالد الحذاء بواسطہ ابو قلابہ بواسطہ ابوشعث بواسطہ شداد بن اوس کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عام الفتح کو ایک آدمی کے سامنے گزرے جو بقیع میں پھینا لگو رہا تھا اور رمضان کی ۱۸ تاریخ تھی تو آپ نے

فرمایا : حاجم اور مجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

امام احمد یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں بتایا اسمعیل نے انہیں بتایا ہشام
الدستوائی نے بواسطہ یحییٰ بن ابی کثیر بواسطہ ابو قلابہ بواسطہ ابو اسما
بروایت ثوبانؓ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے
جو رمضان میں پچھنا لگوار ہاتھا تو آپ نے فرمایا ”پچھنا لگانے والے
لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔“

اور کہتے ہیں : ہمیں بتایا ابو الجواب نے بواسطہ عمار بن زریق
بواسطہ عطار بن السائب، وہ کہتے ہیں مجھے بتایا حسن نے بواسطہ معقل
بن سنان الاشجعی کہ انہوں نے کہا : نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس
سے گزرے اور رمضان کی ۱۸ تاریخ کو پچھنا لگوار ہاتھا تو آپ نے
فرمایا : ”پچھنا لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔“ ترمذی

لے میں کہتا ہوں یہ صحیح سند ہے لیکن ابو سعید کی صحیح حدیث (جو اوپر گزر چکی ہے) کے فریہ منسوخ

علی بن المدینی سے روایت کرتے ہیں کہ اس باب میں صحیح ترین احادیث ثوبان اور شداد بن اوس کی ہیں۔

اور ترمذی کہتے ہیں؛ میں نے بخاری سے پوچھا تو انہوں نے کہا، اس باب میں ثوبان اور شداد بن اوس کے مقابلے میں صحیح ترین احادیث اور نہیں ہیں۔ میں نے کہا؛ اس میں اضطراب کیا ہے؛ فرمایا دونوں میرے نزدیک صحیح ہیں اس لئے کہ یحییٰ بن سعید نے دونوں سے حدیثیں بیان کیں ہیں ایک روایت انہوں نے ابو قلابہ سے بواسطہ ابو اسامہ بواسطہ ثوبان کی ہے اور دوسری ابو قلابہ سے بواسطہ ابوالشعث سے بواسطہ شداد بن اوس۔

میں کہتا ہوں؛ بخاری نے جو بات کہی ہے وہ ان دونوں حدیثوں

لہ اس سے وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ حدیث سنن میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی تصنیف "العلل الکبریٰ" میں ہے، جیسا کہ "نصب الرایۃ" (۲: ۴۶۲) میں ہے،

کی صحت پر سب سے زیادہ مضبوط دلیل ہے جن کی روایت ابو قتلابہ نے کی، انہوں نے اضطراب کی بات اس لیے کہی تھی کہ وہی حدیث ابو قتلابہ سے دو سندوں سے مروی ہے۔

معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید نے ابو قتلابہ سے اسی حدیث کی دو سندوں

لے ابن جہان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور بخاری وغیرہ نے کہا ہے؛ یہ غیر محفوظ ہے۔ ان کی مراد رافع سے قاص طور پر ہے چلے بخاری کی بات صحیح ہو یا احمد کی لیکن یہ حدیث قطعی طور پر صحیح ہے بلکہ متواتر ہے مختلف صحابہ سے مروی ہے۔ جیسے ابو موسیٰ، معقل بن یسار، اسامہ بن زید، بلال، علی، عائشہ، ابو ہریرہ، انس، جابر بن عمر، سعد بن ابی وقاص، ابی یزید انصاری، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔ ان سب کی تخریج، حافظ ابن حجر نے "التلخیص" (۱۹۰) میں کی ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور "التعلیق" (ص ۶۹) میں اس کے منسوخ ہونے کی صحیح دلیل گزر چکی ہے۔

کے ساتھ روایت کی ہے اس طرح متعدد طرق سے یہ حدیث ان کے پاس ہے اور زہری نے حدیث بواسطہ سعید بواسطہ ابو ہریرہ روایت کی ہے اور کبھی کسی اور شخص کے واسطہ سے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے یہی حدیث ناسخ ہے چاہے تاریخ معلوم نہ ہو۔

جب دو حدیثیں آپس میں متعارض ہوں ایک اصل سے منتقل ہو رہی ہو اور دوسری اصل پر باقی رہے تو ناقلاً ہی کو ناسخ ہونے میں اصل مانا جائے گا تاکہ دوبار حکم کی تبدیلی لازم نہ آئے اگر یہ طے ہو جائے کہ حجامت آپ نے روزہ دار کو اس سے روکنے سے پہلے لگوائی تھی تو حکم کی تبدیلی لازم نہیں آئے گی اور اگر یہ معلوم ہو کہ روکنے کے بعد آپ نے پھینکا لگوایا ہے تو دوبار حکم کی تبدیلی لازم آئے گی۔

اور یہ بات بھی ہے کہ جب روزہ واجب نہ ہو تو روزہ کے وقت پھینکا لگوا کر روزہ توڑا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ نبی نفل روزوں کو ان کی ۱۵۵ ہمت نہ ہوتے کی وجہ سے توڑ دیا کرتے تھے۔ آپ

گھر میں تشریف لاتے اگر لوگ کہتے کہ ہمارے پاس کھانا ہے تو آپ کہتے اسے قریب کرو کیونکہ میں روزے سے نچھا۔

اور حضرت ابن عباسؓ کو آپ کے دل کا حال اگرچہ معلوم نہ تھا، تاہم اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو دیکھا یا دیکھنے والوں نے بتایا کہ آپ نے روزے کی حالت میں چھپنا شروع کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کو آپ کے دل کا حال معلوم تھا کہ آپ نے اپنا روزہ برقرار رکھا جس کے خلاف منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اس پر یہ حجت دو پہلوؤں سے غالب ہے ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

دارقطنی کی ایک روایت بتاتی ہے کہ حجامت سے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث ناسخ ہے وہ کہتے ہیں: ہمیں بغوی نے بتایا، وہ کہتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے بتایا، وہ کہتے ہیں: ہمیں خالد بن

مخلد نے بتایا بواسطہ عبداللہ بن المنتہی بواسطہ ثابت بواسطہ انس بن مالک وہ کہتے ہیں: شروع میں ہمیں روزہ دار کے لیے حجامت (پچھنا) کی کراہیت اس وقت معلوم ہوئی جب جعفر بن ابی طالب نے پچھنا لگوایا اور وہ روزے سے تھے، نبی آپ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ پھر نبی نے روزہ دار کے لیے حجامت (پچھنا) کی رخصت دے دی اور اس روزہ کی حالت میں پچھنا لگواتے تھے۔

دارقطنی کہتے ہیں: یہ سب ثقہ ہیں اور میں اس کی کوئی علت نہیں جانتا ابوالفرج ابن ابی حزمی کہتے ہیں: احمد بن حنبل نے کہا: خالد بن مخلد کی بہت سی منکر احادیث ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس چیز کے منکر ہونے پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اسے کسی معتمد کتاب حدیث نے روایت نہیں کی ہے ساتھ ہی یہ بخاری کی شرط کے مطابق ظاہر میں ہے۔ بصریوں کا مشہور مسلک یہی رہا ہے کہ پچھنا روزے کو توڑ دیتا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ جعفر بن ابی طالب حبشہ سے عا خیر کو چھٹے

سال کے آخر میں اور ساتویں سال کے آغاز میں آئے تھے۔ اس لیے کہ خبیر کی جنگ ساتویں سال ہوئی تھی اور کہا جاتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے موتہ کے سال آئے اور فتح مکہ میں حاضر نہیں تھے تو انہوں نے نبیؐ کے ساتھ ساتویں سال ایک روزہ رکھا۔ اگر یہ حکم اس سال لاگو کیا گیا تو یہ چیز پھیل گئی ہوگی اور مذکورہ حدیث اس کے بعد آٹھویں سال کی ہے اور اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو نبیؐ نے یہ بات ایک سال بعد دوسرے سال کہی ہے اور کسی نے ثابت الفاظ میں آپ سے یہ نقل نہیں کیا کہ آپ نے اس کے بعد پھینا لگوانے کی اجازت دی ہو ہو سکتا ہے کسی نے انسؓ کی طرف وہ بات منسوب کر دی ہو جو آپ نے کہی یا انہیں یہی بات معلوم رہی ہو کہ آپ نے رخصت دی ہے اور کوئی زائد حکم نہ سنا ہو یا کسی تابعی نے اس سے انہیں باخبر کیا ہو۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے جو روایت کی ہے وہ انسؓ

سے محفوظ ہے نہ ثابت سے

وہ کہتے ہیں: انس بن مالک سے پوچھا گیا: کیا آپ لوگ روزہ داً
 کے لیے پھینا لگواتے کو ناپسند کرتے تھے۔؟ انہوں نے کہا: نہیں
 البتہ اگر اس کی وجہ سے کمزوری آجائے اور ایک روایت میں ہے
 "بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں" یہ حدیث ثابت ہے۔ انس
 سے مروی ہے اس میں صرف یہ ہے کہ وہ لوگ صرف کمزوری کی
 وجہ سے اسے ناپسند کرتے تھے وہ روزہ کو نہیں توڑتا ہے نہ اس
 میں یہ ہے کہ آپ نے اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی رخصت
 دی ہے اور یہ دونوں باتیں اس قول کی مخالف ہیں، کہ وہ لوگ
 محض کمزوری کی وجہ سے اسے مکروہ سمجھتے تھے اگر انہیں یہ بات
 معلوم ہوتی کہ آپ نے رخصت دی ہے تو جس چیز کی رخصت نبیؐ
 نے دی تھی اسے کبھی مکروہ قرار نہ دیتے معلوم ہوا کہ ان کے پاس
 محض یہ علم تھا کہ صحابہ کمزوری کی وجہ سے اسے مکروہ سمجھتے ہیں اور

یہی صحیح مفہوم ہے اور روزہ دار کا روزہ توڑ دینے کی علت بھی ایسے
تھے کہ دینے یا حیض کا خون آجانے کی وجہ سے کمزوری آتی ہے اور
اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اس حکم کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ یہ روایت آپ کے
ان خاص صحابہ نے کی ہے جو سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے
اور آپ کے اندرون سے بھی واقف ہوتے تھے۔ جیسے بلالؓ اور
عائشہؓ، اسمہؓ اور ثوبانؓ اور ان انصاری نے روایت کی ہے جو آپ
کے رازدار تھے جیسے رافع بن خدیج اور شاد بن اوس۔ مسند احمد
میں ہے: ہمیں بتایا عبدالرزاق نے وہ کہتے ہیں: ہمیں بتایا عمر
بن یحییٰ بن ابی کثیر نے بواسطہ عبد اللہ بن قازط بواسطہ سائب بن یزید
بروایت رافع بن خدیج کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پچھنا لگا
اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا“ احمد بن حنبل کہتے ہیں: اس
باب میں صحیح ترین حدیث رافع بن خدیج کی ہے۔

اور احمد کہتے ہیں: ہمیں بتایا عیسیٰ بن سعید نے بواسطہ اشعث
 حرانی بواسطہ اسامہ بن زید کہ نبیؐ نے فرمایا ”پچھنالگانے والے اور
 لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا“ اور احمد کہتے ہیں: ہمیں بتایا
 یزید بن ہارون نے وہ کہتے ہیں ہمیں بتایا ابو العلاء نے بواسطہ
 قتادہ بواسطہ شہر بن حوشب بواسطہ بلالؓ کہ اللہ کے رسولؐ نے
 فرمایا: ”حاجم اور محجوم دونوں کے روزے ٹوٹ گئے“ اور احمد
 کہتے ہیں: ہمیں بتایا علی بن عبد اللہ نے وہ کہتے ہیں: ہمیں بتایا عبد الوہاب
 تقفی نے وہ کہتے ہیں: ہمیں بتایا یونس بن عبید نے بواسطہ حسن
 بروایت ابو ہریرہؓ کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: حاجم و محجوم دونوں
 کے روزے ٹوٹ گئے، اور احمد کہتے ہیں: ہمیں بتایا ابو نضر
 نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں بتایا ابو معاویہ نے بواسطہ سفیان
 بواسطہ یث بواسطہ عطار بروایت عائشہؓ کہ اللہ کے رسولؐ نے
 فرمایا: ”حاجم و محجوم دونوں کے روزے ٹوٹ گئے“ اور حسن بصری

کے بارے میں اگرچہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسامہ اور ابوہریرہ سے نہیں سنا لیکن اس باب میں ان کے پاس متعدد صحابہ کی احادیث تھیں جنہیں وہ معتقل بن سنان اور اسامہ اور ابوہریرہ سے نقل کرتے تھے۔ (بخاری کہتے ہیں : اور حسن بصری علیہ السلام)

جب رمضان کا مہینہ آتا تو بصرہ کے لوگ حجاموں (چھپانگانی والوں) کی دکانیں بند کروا دیتے تھے۔ اس کا ذکر احمد وغیرہ نے کیا ہے اور انس بن مالک بصرہ کے آخری وفات پانے والے صحابیوں میں ہیں۔ اہل بصرہ ان سے استفادہ کرتے تھے۔ اگر انس

لے اصل میں اس طرح غیر مکمل جملہ موجود ہے۔ شاید مکمل اس طرح ہے جیسا کہ فتح الباری ۵۱ / ۷۹ میں ہے... ترمذی نے العلیل العکبری میں نقل کیا ہے بخاری سے کہ انہوں نے کہا: "اس بات کا احتمال ہے کہ حسن نے متعدد صحابہ سے سنا ہو۔"

کے پاس نبیؐ کی حدیث ہوتی کہ آپؐ نے روکنے کے بعد پھر رخصت سے
 دی تھی تو بصرہ کے باشندوں کو اس کا ضرور علم ہوتا اور حسن بصری
 اور ان کے ساتھی اس پر ضرور عمل کرتے خاص طور سے جب کہ
 کہا جاتا ہے کہ ثابتؒ نے انسؓ سے حدیث سنی تھی اور ثابت بصرہ
 کے مشہور شیخ اور حسن بصری کے خاص ساتھیوں میں سے تھے پھر
 بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسؓ کے پاس موجود تھی اور اہل بصرہ
 کے ہاں منسوخ حدیث راجح تھی اور یہ ناسخ حدیث انسؓ کے پاس
 موجود تھی اور وہ ان سے شب و روز استفادہ کرتے تھے۔ لیکن
 اس حدیث سے ناواقف تھے اور ان کے علماء کے پاس یہ حدیث
 موجود نہ تھی جن کے ہاں روزہ ٹوٹنے کا مسئلہ راجح تھا اور اس
 کی تائید اس وجہ سے بھی ہوئی ہے کہ ابو قتلابہ انسؓ کے ذمہ ساتھیوں
 میں تھے اور انہوں نے دو طریقوں سے یہ حدیث روایت کی ہے
 کہ "حاجم و مجرم کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔"

پھر اس مسلک کے ماننے والے کہ "حجامت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے" جیسا کہ امام احمدؒ وغیرہ کا مسلک ہے چار اقوال میں منقسم ہو گئے۔ پہلا قول پچھنا لگانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں لگوانے والے کا ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ پچھنا لگانے والے سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جو روزے کو نقصان پہنچائے اس کا خرقی نے ذکر کیا ہے انہوں نے سمجھا ہے کہ روزہ اس وقت ٹوٹ جاتا ہے جب کوئی پچھنا لگواتا ہے لیکن پچھنا لگاتے والے کا کچھ نقصان نہیں ہو گا۔ لیکن امام احمد اور ان کے جہور ساتھی یہی کہتے ہیں۔ کہ دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور نص اس پر گواہ ہے اس لئے اسے ترک کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے چاہے اس کی علت ہماری سمجھ میں نہ آئے۔

لے دیکھیے "مختصر الخرقی" ص ۵۸ مطبوعہ مکتب اسلامی

دوسرا قول پچھنا لگانے والے کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس شخص کا بھی جو پچھنا لگوائے اور اس سے خون نکل آئے اور محض قصد کھلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اسے اجتنام نہیں کہا جاسکتا یہ قول قاضی اور ان کے اصحاب کا ہے اور اس کا ذکر "المحرر" کے مصنف نے بھی کیا ہے پھر اسی قول کے مطابق اس امر میں اختلاف ہو گیا کہ کان میں نشتر لگانے کو حجامت کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں متاخرین میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: کان میں نشتر لگانا حجامت میں شامل ہے یہی ہمارے شیخ ابو محمد المقدسی کا مسلک ہے اور اسی کی طرف تمام علماء کا کلام رہنمائی کرتا ہے اس لیے کہ کسی نے اس چیز کو خصوصیت سے ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ چیز حجامت میں شامل نہ ہوتی تو اس کا ذکر کرتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کان میں نشتر لگانا حجامت میں شامل رہا ہے ہمارے شیخ ابو محمد کہتے ہیں: یہی صحیح ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تشریط (کان میں نشتر لگانا) حجامت میں شامل نہیں ہے بلکہ یہ فصد سے بھی کمزور تر چیز ہے، اس لیے اگر یہ کہا جاتا ہے کہ فصد کھلانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو تشریط میں بھی دو نکات نظر کی گنجائش ہے۔ یہ ابو عبد اللہ ابن حمدان کا قول ہے اولاً پہلا قول صحیح ہے اس لیے کہ تشریط حجامت ہی میں شامل ہے یا ہر پہلو سے اس کے مثل ہے کیونکہ حجامت پنڈلی ہی کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ سر، گردن اور گردن کے پھیلے حصے وغیرہ میں بھی بچھنا لگوایا جاتا ہے اور جس نے ان دونوں میں فرق کیا ہے وہ کہتے ہیں کان میں نشتر لگانے والا حجام کی طرح خون کی بوتل سے نہیں چورتا ہے۔ اس لیے وہ حجام کی فہرست میں نہیں آتا نہ ہی وہ مجموع میں شامل ہے پس کہا جاتا ہے: بلکہ وہ مجموع میں داخل ہے گرچہ حجام میں داخل نہیں ہے یا اگر لفظ میں داخل نہیں ہے تو ہر پہلو سے اس کی مثل ہے، ان دونوں میں اصلاً کوئی فرق ہی نہیں ہے اور کبھی کبھی کہا

جاتا ہے؛ کان میں نشتر لگانے والا حاجم بھی ہے لیکن اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لیے کہ رسول اللہ کے لفظ میں وہی حاجم مستعمل ہے جو عام طور پر مشہور ہے اور وہ لوگ تشریط نہیں کرتے تھے۔

تیسرا قول رہا لفظ مجہوم تو اس میں معروف وغیر معروف

سب شامل ہیں اس لیے کہ لفظ مجہوم کا جو رول ہے وہ سب پر حاوی ہے۔ اس کے برخلاف لفظ حاجم کا معنی سب پر حاوی نہیں ہے یا یہ

کہا جاتا ہے کہ؛ اگرچہ حاجم کا لفظ سب پر حاوی ہو لیکن چونکہ سب سے والا حاجم اصل نشانہ ہے کہ اس کے حلق تک خون پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ؛ نشتر لگانے والے کا روزہ بھی ٹوٹ جاتا

ہے یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اس لفظ کو دونوں پر حاوی سمجھتے ہیں۔ اور اس حکم کو تبعیدی مانتے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حجامت

سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے فصد کھلوانے سے نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم تبعیدی ہے۔ اس کا مفہوم سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے اس

یہ فصد کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں: ان میں ابن عقیل بھی ہیں۔ کہ پھینا لگوانے والے کا روزہ محض نشتر لگوانے سے ٹوٹ جاتا ہے چاہے خون نہ نکلا ہو اس لیے کہ اس پر حجامت کا اطلاق ہو جاتا ہے اور یہ سب سے ضعیف قول ہے۔

چوتھا قول اور یہی صحیح ہے اسے عالم و عادل وزیر ابوالمظفر بن ہبیرہ نے اختیار کیا ہے اور المذہب اور دوسری کتابوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ حجامت اور فصد دونوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ حجامت میں جو مفہوم ہے وہ عقلی طبعی اور شرعی لحاظ سے فصد میں بھی پایا جاتا ہے اور چونکہ آپ نے حجامت پر ابھارا اور اس کا حکم دیا ہے اس لیے حجامت کے ہم معنی فصد وغیرہ کی طرف

لے شاید یہی تیسرا قول ہے۔

بھی اسے ترغیب سمجھی جائے گی لیکن گرم علاقوں میں گرمی بدن کے خون کو کھینچ لیتی ہے اور وہ سطح جلد پر آ کر جم جاتا ہے۔ چنانچہ پھپھنا لگواتے ہی بہہ پڑتا ہے لیکن سرد علاقوں میں خون رگوں میں گہرائی تک اتر جاتا ہے تاکہ ٹھنڈک سے بچ سکے۔ جیسے خالی برتن ٹھنڈک میں سکتا جانے ہیں اور گرمی میں مچھل جاتے ہیں۔ جو لوگ سرد علاقوں کے رہنے والے ہیں انہیں فصد کھلوانا ہوتا ہے اور رگیں کٹوانا پڑتی ہیں جیسے گرم علاقوں کے رہنے والوں کو اس کا نظم کرنا پڑتا ہے۔ شری اور عقلی اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ہم وضو کر چکے ہیں کہ حجامت سے روزہ کا ٹوٹنا قیاس اور اصول کے مطابق ہے اور یہ حیض کے خون، قصداً تے کر لینے اور منی خارج کرنے کے حکم میں آتا ہے جب معاملہ یوں ہے تو جس شکل میں بھی وہ خون نکالنا چاہے، روزہ ٹوٹ جائے گا جیسے تے کر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چاہے جس شکل میں وہ تے کرے چاہے ہاتھ ڈال

کرتے کرے یا بد مضمی کی وجہ سے قے کر دے یا پریٹ کے نیچے ہاتھ رکھ کر دبائے اور جو کچھ کھایا ہے اسے نکال باہر کرے۔ یہ سب قے کرنے کے مختلف طریقے ہیں اور اوپر کے طریقے خون نکالنے کے ہیں اس لئے خون جس طرح بھی نکالا جائے، طہارت کے باب میں سب یکساں ہے۔ اس سے شریعت کا کمال، اس کا اعتدال و تناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں جو نصوص آتے ہیں وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (نساء: ۸۲)

(اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت

کچھ اختلاف پائی پائی جاتی)

رہا پھینا لگانے والا تو بوتل کی ہوا چوس کر اسے کھینچتا ہے اور ہوا خون کو کھینچتی ہے۔ بسا اوقات ہوا کے ساتھ کچھ خون بھی کھینچ اٹھتا ہے اور حلق میں چلا جاتا ہے اور اسے احساس تک نہیں

ہو پاتا۔ اور حکمت چاہے مخفی ہو یا نمایاں، جہاں اندیشہ ہو گا۔ وہاں حکم لاگو ہو گا جیسے سونے والا نیند سے اٹھتا ہے تو اسے نہیں معلوم ہوتا کہ ریاچ خارج ہوئی ہے یا نہیں اور اسے وضو بنانے کا حکم دیا جاتا ہے یہی معاملہ کھینا لگانے والے کا ہے اسخون کا کچھ حصہ اس کے منہ میں چلا جاتا ہے اور اسے پتہ نہیں چل پاتا اور یہ معلوم ہے کہ خون سب سے پہلے روزہ کو توڑتا ہے کیونکہ یہ بذات خود حرام ہے اس میں شہوت کی سرکشی اور عدل سے تجاوز کا عنصر موجود ہوتا ہے اور روزہ دار کو اس مادہ کو دبانے کا حکم دیا گیا ہے بخون جب جسم میں جائے گا اور خون بڑھائے گا اس لئے وہ ممنوع ہے اس لئے کھینا لگانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے سونے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ ریاچ خارج ہونے کا اسے یقین نہ ہو۔ اس لئے کہ ریاچ خارج ہو گئی ہوگی۔ اور اسے معلوم ہی نہ ہوا ہوگا۔

اسی طرح یہاں بھی اس کے حلق میں خون چلا جاتا ہوگا اور اسے

پتہ نہ چلتا ہو گا رہا کان میں تشریح لگانے والا تو اس کی حیثیت حاجم کی نہیں ہے، اس میں یہ مفہوم نا بود ہے اس لئے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح اگر حاجم اگر بوتل (قارورہ) نہ چو سے بلکہ کوئی اور چو سے یا کسی اور ذریعہ سے خون نکالے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں حاجم کا لفظ اپنے معروف اور راجح معنی میں استعمال ہوا ہے اور اگر لفظ عام ہو تو گریہ کسی متعین شخص کو مراد لیا ہوا سارے ہی لوگوں کے بارے میں حکم لاگو ہو گا کہ یہی شرعی قاعدہ ہے۔ یعنی جو حکم امت کے ایک فرد پر ناقد ہو گا وہی تمام

۱۔ اصل نسخہ میں للقاعدہ الشرعیۃ کے بجائے للعادۃ الشرعیۃ تھا اور یہ اصل میں تحریف ہے اور یہ شیخ الاسلام کے خط کی نقل کرنے والے سے بعید بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ شیخ الاسلام کا خط بہت خراب تھا۔ اپنی اکثر تحریروں میں نقطے چھوڑ دیا کرتے تھے حتیٰ کہ خود انہیں دشواری پیش آتی تو اپنے شاگردوں سے مدد

لوگوں کے اوپر نافذ ہوگا۔ یہ بہترین قاعدہ ہے۔ اس نکتہ سے وہ ثابت نہیں ہوتا جو لفظی و معنوی لحاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ شرط (کان) میں نشتر لگانے والا حاجم میں شامل نہیں ہے جبکہ عقل و شریعت کی نگاہ میں بھی دونوں میں کافی بعد ہے۔

پتے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور از اول تا آخر حمدی کے

کے پٹے ہے اور ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ

إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ“۔

دمشق ۲۵ رجب کی صبح ۱۳۸۰ھ

محمد ناصر الدین اللبانی

سوالات اور جوابات

پہلا سوال : شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے بدلی کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ واجب ہے یا نہیں ؟ اور کیا بدلی کا دن مشکوک ہے جس میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے یا نہیں ؟
جواب : آپ نے فرمایا ۔

جب بدلی یا گردوغبار کی وجہ سے چاند نہ دیکھا جاسکے تو اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں اور یہ مذہب امام احمد و غیرہ میں ہیں ۔
 ایک قول یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا منع ہے پھر اختلاف

لہ یعنی ۲۹ شعبان کو ۔ دیکھیے حافظ محمد بن عبد الہادی المقدسی کا رسالہ
 ”تحریم صیام یوم الشک“

اس میں ہے کہ یہ نہی تحریمی ہے یا نہی تنزیہی؟ یہی امام مالک کا مشہور مسلک ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اپنی ایک روایت میں اسی کو مانتے ہیں۔ امام احمد کے اصحاب کا ایک گروہ اسی کو مانتا ہے اس میں ابو الخطاب ^{عقلی} ابن عقیل ابو القاسم بن مندہ اصفہانی وغیرہ ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا واجب ہے یہ تقاضی خرقی اور دوسرے اصحاب امام احمد کا مسلک ہے اور کہا جاتا ہے امام احمد کی مشہور روایت یہی ہے لیکن جو شخص ان کے نصوص والفاظ سے واقف ہے اس کے لئے امام احمد کا مسلک یہی ہے کہ وہ عبداللہ بن عمر اور دوسرے صحابہ کی اتباع میں بدلی کے دن روزہ رکھنا مستحب سمجھتے تھے اور عبداللہ بن عمر سے واجب نہیں کہتے تھے بلکہ محض احتیاط کی وجہ سے وہ ایسا کرتے تھے بہت سے ایسے صحابہ تھے جو احتیاط کی وجہ سے اس دن روزہ رکھتے تھے یہ عمل عمر، علی، معاویہ ابو ہریرہ، ابن عمر عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم وغیرہ سے منقول ہے۔

بہترے صحابہ اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے بلکہ بعض صحابہ اس دن روزہ رکھنے سے منع بھی کرتے تھے۔ جیسے عمار بن یاسر وغیرہ اس لئے امام احمد اس دن احتیاط کے پیش نظر روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ لیکن اس دن روزہ رکھنے کو واجب کہنا، امام احمد کی تحریر میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے نہ ان کے کسی ساتھی کا یہ قول ہے۔ لیکن ان کے بہت سے ساتھیوں نے سمجھا کہ ان کا مسلک اس دن روزہ رکھنے کے واجب کا ہے اور اس سے انہوں نے اس قول کی تائید و تقویت کی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا جائز ہے، اور یہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کا مسلک ہے اور یہی امام احمد کا صریح منصوص مسلک ہے اور یہی بہترے صحابہ و تابعین کا مسلک بھی ہے۔

اس کی حیثیت بالکل وہی ہے جیسے کسی کو طلوع فجر کا پتہ نہ چل سکے تو چاہے تو کھاتے پینے سے باز آجائے اور چاہے تو اس وقت تک

کھاتا پیتا ہے جب تک اسے طلوع فجر کا یقین نہ ہو جائے اسی طرح اگر لے شک ہو جائے کہ وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ تو چاہے تو وضو کرے اور چاہے تو وضو نہ کرے۔ اسی طرح اگر اسے شک ہو جائے کہ زکوٰۃ کا ایک سال ہو گیا یا نہیں؟ یا اسے شک ہو جائے کہ اس پر واجب زکوٰۃ سو (روپے یا جانور) ہیں یا ایک سو بیس؟ تو وہ زیادہ والی تعداد کا ادا کرے۔

سارے اصول شریعت کی بنیاد یہی ہے کہ احتیاط نہ تو واجب ہے اور نہ حرام۔ اگر وہ مطلق نیت سے روزہ رکھ لے یا مشروط نیت سے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہوا تو ٹھیک ہے ورنہ میرا روزہ نفی ہے تو یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور امام احمد کی صحیح ترین روایت کے مطابق ہے اور وہ روایت وہی ہے جسے مروزی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اسی کو خرقی نے المختصر کی شرح میں ابو البرکات وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسی وقت جائز ہوگا جب وہ رمضان کی نیت ہی سے روزہ رکھے۔ یہ امام احمد سے ایک روایت ہے اسے قاضی اور امام احمد کے متعدد ساتھیوں نے اختیار کیا ہے

دوسرا سوال؛ شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں سفر کرنے والے پر روزہ رکھنا کیسا ہے؟ جو شخص سفر میں روزہ رکھ لیتا ہے اس پر اظہارِ تکفیر کیا جاتا ہے اور اسے جہالت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ روزہ نہ رکھنا افضل ہے؟ اور قصر کی مسافت کیا ہے؟ کب جس دن سے سفر شروع ہو اس دن روزے نہ رکھے۔؟ کیا وہ لوگ جنہیں برابر سفر کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، جیسے تاجر، جانوروں کو کرایہ پر دینے والا، اونٹوں کے سابقہ مالک، سمندر کا سفر کرنے والے وغیرہ، وہ بھی سفر میں روزہ

نہ رکھیں گے؟ اور سفر اطاعت اور سفر معصیت میں کیا فرق ہے۔؟

جواب : آپ نے یوں جواب دیا۔
تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔ چاہے حج کا سفر ہو یا جہاد کا یا تجارت کا یا ایسا کوئی سفر ہو جسے اللہ اور اس کے رسول ناپسند نہیں کرتے۔

سفر معصیت کے سلسلے میں اختلاف ہے جیسے کوئی ڈاکہ ڈالنے کے لیے سفر کرے۔ اس میں دو مشہور اقوال ہیں جیسا کہ صلوة قصر کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے۔

جس سفر میں نماز قصر کی جاتی ہے اس میں قضا کے ساتھ روزہ نہ رکھنا جائز ہے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اس پر بھی تمام ائمہ کا اتفاق ہے چاہے

روزہ رکھنے پر اسے قدرت ہو یا نہ ہو، چاہے روزہ اس کے لیے مشکل ہو یا آسان یہاں تک کہ اگر وہ سایہ اور پانی میں سفر کرے اور اس کے ساتھ خادم بھی ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور نمازیں قصر ادا کرے۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا فقط اس کے لیے جائز ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے اگر وہ اس قول سے توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اسی طرح جو مسافر پر روزہ نہ رکھنے پر اظہارِ نکیہ کرے اس سے بھی توبہ کرائی جائے۔ اور جو کہتا ہے کہ مسافر کے روزہ نہ رکھنے پر اسے گناہ ملتا ہے تو اس سے بھی توبہ کرائی جائے یہ تمام باتیں اللہ کی کتاب کے خلاف ہیں۔ اللہ کے رسول کی سنت کے خلاف ہیں اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔

اسی طرح مسافر کے لیے مسنون یہ ہے کہ چار رکعت والی نمازوں

کو دو ہی رکعت ادا کرے اور اس کے لیے مکمل نماز کی ادائیگی سے قصر کرنا بہتر ہے۔ یہ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور امام شافعی کا ان کے صحیح تر قول کے مطابق مسلک ہے۔

مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کے جواز کے سلسلے میں امت میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف اس کے لیے روزہ رکھنے کے جائز ہونے کے سلسلے میں ہے۔ سلف و خلف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہے جیسے حضر میں روزہ نہ رکھنے والا اور اگر وہ روزہ رکھے تو اس کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ اس پر فضا واجب ہے۔ یہ عبدالرحمن بن عوفؓ، ابو ہریرہؓ، اور دوسرے اسلاف سے مروی ہے۔ اور یہی اہل ظاہر کا مسلک ہے صحیحین کے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے" لیکن چاروں اماموں کا مسلک یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اور نہ رکھنا بھی جائز ہے جیسا کہ صحیحین میں انسؓ

سے روایت ہے کہ ”ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں سفر کرتے تھے تو کچھ لوگ روزہ رکھتے تھے اور کچھ لوگ نہیں رکھتے تھے، لیکن روزہ رکھنے والا روزہ نہ رکھنے والے کو ملامت کرتا نہ اس کے برعکس ہوتا“ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

(بقرہ : ۱۸۵)

(اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی

پوری کرے اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا)

مسند کی روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے

کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح اسے یہ ناپسند ہے کہ

معصیت کا ارتکاب کیا جائے۔“

صحیح میں ہے کہ ایک آدمی نے نبیؐ سے پوچھا: میں بہت

روزے رکھنے والا آدمی ہوں تو کیا سفر میں بھی رکھا کروں؟ آپ نے فرمایا
 ” اگر تم روزہ نہ رکھو تو اچھا ہے اور اگر روزہ رکھ لو تو کوئی حرج
 نہیں ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے: ” تم میں بہتر وہ ہیں جو سفر میں روزہ
 نہیں رکھتے اور قصر کرتے ہیں۔“

رہی سفر کی وہ مقدار جس میں قصر کرنی ہے اور روزہ نہیں رکھنا
 ہے تو امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اونٹ سے
 اور پیدل دو دنوں کی مسافت ہے اور وہ سولہ فرسخ ہے۔ جیسے مکہ
 اور عسفان، اور مکہ اور جدہ کے درمیان کی مسافت ہے، اور امام ابوحنیفہ
 کہتے ہیں: تین دن کی مسافت ہے اور سلف و خلف کا ایک گروہ کہتا ہے
 دو دن سے کم مسافت میں بھی قصر کیا جاسکتا ہے۔ اور روزہ نہ
 رکھنے کی گنجائش ہے اور یہ مضبوط قول ہے اس لیے کہ ثابت حدیث
 ہے کہ اللہ کے رسولؐ عرفہ، مزدلفہ، اور منیٰ میں نماز پڑھتے تھے اور

قصر کرتے تھے اور آپ کے پیچھے مکہ اور دوسرے علاقوں کے لوگ آپ کی اقتدار میں نماز پڑھتے تھے لیکن آپ نے کسی کو نماز مکمل کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اگر دن میں کسی وقت وہ سفر کرے تو کیا اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے۔ اس میں علماء کے دو مشہور اقوال ہیں اور یہ دونوں امام احمد سے مروی ہیں۔

ان میں سب سے واضح یہ ہے کہ: جائز ہے کہ وہ توڑ دے جیسا کہ سنن میں ہے کہ بعض صحابہ جب دن کے کسی حصہ میں سفر شروع کرتے تو روزہ توڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی نبیؐ کی سنت ہے اور صحیح میں ثابت حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزے کا ارادہ کیا پھر آپ نے پانی منگایا اور روزہ توڑ دیا اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے لہ۔

لہ محدث ناصر الدین البانی کا رسالہ "تصحیح حدیث افطار الصائم قبل سفرہ" دیکھیے

رہا دوسرا دن تو اس میں بلاشبہ وہ روزہ نہیں رکھے گا، اگر اس کے سفر کی مقدار دو دن ہے جیسا کہ تمام اماموں اور جمہور امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

لیکن اگر دن کے کسی حصہ میں بھی وہ واپس آجائے تو روزہ کو باقی رکھنے کے وجوب کے سلسلہ میں علماء میں زبردست اختلاف ہے۔ لیکن قضا تو اس پر واجب ہے ہی چاہے روزہ باقی رکھے یا نہ رکھے۔

جس کا معمول برابر سفر کرنے کا ہے اگر اس کے پاس اپنا کوئی وطن ہے جہاں وہ قیام کرتا ہے تو سفر میں وہ روزہ توڑے۔ جیسے تاجر جو غلہ اکٹھا کرتے ہیں یا دوسرے سامان لینے جانے دیتے ہیں یا وہ شخص جو جانوروں کو کرایہ پر دیتا ہے۔ ڈاکہ جو مسلمانوں کے مفاد میں پابہ رکاب رہتا ہے، یا جیسے وہ ملاح جس کا خشکی میں مکان ہو جہاں وہ رہائش اختیار کیے ہوئے ہو۔

البتہ جس کے ساتھ کشتی میں اس کی بیوی ہو اور ساری سہولیات ہوں اور وہ برابر سفر کرے تو وہ قصر کرے گا نہ روزہ توڑے گا۔ اور دیہات والے جیسے بدو، کرد، ترک وغیرہ جو ٹھنڈک کہیں اور گزارتے ہیں اور گرمی کہیں اور جب وہ لوگ سفر کی حالت میں ہوں اور گرم علاقے سے سرد علاقے کی طرف یا سرد علاقے سے گرم علاقے کی طرف سفر کر رہے ہوں تو وہ قصر کریں گے۔ لیکن جب وہ اپنے اس سرد یا گرم مکان میں فروکش ہو جائیں تو روزہ توڑیں گے اور نہ قصر کریں گے۔ گرچہ چراگا ہوں کی تلاش میں مارے مارے پھریں۔ واللہ اعلم۔

تیسرا سوال : شیخ الاسلام سے پوچھا گیا اس شخص کے بارے

میں کیا حکم ہے جسے رمضان میں سفر کرنا ہوا اور اسے بھوک لگے نہ پیاس محسوس ہو نہ تھکن لاحق ہو، تو اس کے لئے افضل

کیا ہے روزہ رکھنا یا نہ رکھنا؟

جواب : آپ نے فرمایا

رہا مسافر تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے گا چاہے اسے روزہ رکھنے میں کوئی دشواری درپیش نہ ہو اور اس کے لئے روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور اگر روزہ رکھنے تو اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں : یہ روزہ کافی نہیں ہوگا۔

چوتھا سوال : ایک مسجد کے امام کے بارے میں آپ سے

پوچھا گیا جس کا مسلک حنفی تھا، اس نے اپنی جماعت میں شریک نمازیوں سے کہا کہ اس کے پاس فلاں کتاب ہے جس میں دُج ہے کہ رمضان کے روزے کی نیت اگر آدمی عشاء سے پہلے یا بعد میں یا سحری کے وقت نہ کرے تو اس روزے میں کوئی اجر

نہیں ہے تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ یا نہیں؟

جواب: آپ نے جواب میں فرمایا۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ رمضان کا روزہ اس پر فرض ہے اور اگر روزہ رکھتا چاہتا ہے تو نیت کرے اگر اسے معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے تو ضروری ہے کہ وہ نیت کر لے اس لئے کہ نیت کا مقام آدمی کا دل ہے اور جس شخص کو اپنے ارادہ کا علم ہو جائے تو اس کے لئے ناگزیر ہے چاہے لفظوں میں زبان سے ادائیگی ہو یا نہ ہو۔

اور نیت کی زبان سے ادائیگی واجب نہیں ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے عام مسلمان نیت کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں اور بلاشبہ و اختلاف ان کا روزہ صحیح ہے۔

رمضان کے مہینے کے لئے نیت کی تعیین واجب ہے یا نہیں اس میں مسلک امام احمد میں تین اقوال ملتے ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ بغیر رمضان کی نیت کیے وہ روزہ کافی نہیں ہو گا اگر وہ مطلق نیت سے یا مشروط نیت سے یا نفل یا نذر کی نیت سے روزہ رکھ لے تو اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ امام شافعی کا مشہور مسلک یہی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہ آتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ: بالکل اس کے لیے کافی ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: مطلق نیت کے ساتھ تو کافی ہے۔ لیکن رمضان کے سوا کسی اور نیت کی تعیین کے ساتھ کافی نہیں ہے۔ یہ تیسری روایت احمد کی ہے اور خرقی اور ابوالبرکات نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ: نیت علم کے ساتھ آئی ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے تو اس صورت میں تعیین واجب ہے۔ اگر وہ نفل یا مطلق روزہ کی نیت کرے تو کافی نہیں ہے اس

یئے کہ اللہ تے اسے حکم دیا ہے کہ وہ واجب کی ادائیگی کا قصد کرے اور وہ رمضان کا مہینہ ہے جس کے وجوب کا اسے علم ہے اگر وہ واجب کی ادائیگی نہ کرے تو اپنے ذمہ سے بری نہ ہوگا۔

لیکن اگر اسے یہ معلوم نہ ہو کہ کل رمضان کا روزہ ہے تو نیت کی تعیین اس پر واجب نہیں ہے اور جس نے ناواقفیت کے باوجود تعیین کو واجب کیا ہے تو اس نے دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا واجب قرار دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے : اس کا روزہ رکھنا جائز ہے اور اس صورت میں مطلق نیت کے ساتھ روزہ رکھ لے یا مشروط نیت کے ساتھ اس کے یئے کافی ہے اگر وہ نفلی روزہ رکھے پھر اسے معلوم ہو جائے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے تو زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس کے یئے روزہ کافی ہے۔ جیسے کسی شخص کی اس کے پاس امانت رکھی ہو اور اسے خبر نہ ہو اور وہ ہدیتہ اسے دے دے پھر اسے

بعد میں پتہ چلے کہ یہ اس کا حق تھا تو اسے دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ کہہ دے گا کہ: جو چیز آپ کے پاس پہنچ گئی ہے وہ میرے اوپر آپ کا حق تھا۔ اور اللہ معاملات کے حقائق سے واقف ہے اور امام احمد سے روایت کی جاتی ہے کہ اس معاملہ میں لوگ امام کی نیت کے تابع ہوں گے بشرطیکہ روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا لوگوں کو علم ہو جیسا کہ سنن میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارا روزہ وہ ہے جس دن تم رکھو اور تمہارا روزہ اس دن نہیں ہے جس دن تم نہ رکھو اور تمہاری قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرو۔“

پانچواں سوال: شیخ الاسلام سے پوچھا گیا: آنجناب کیا فرماتے ہیں رمضان کے روزہ دار کے بارے میں کہ وہ روزانہ نیت کرنے کا محتاج ہے یا نہیں۔؟

جواب: جس شخص کو معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے اور

وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے تو اس نے روزے کی نیت کر لی چاہے زبان سے ادائیگی کرے یا نہ کرے اور یہ تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔ سب روزے کی نیت کرتے ہیں۔

چھٹا سوال : غروب آفتاب کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا بس سورج کے غروب ہو جانے سے روزہ دار کے لیے افطار کرنا جائز ہو جائے گا۔؟

جواب : آپ نے فرمایا :

جب سورج کا تمام حصہ غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے اور افق میں باقی رہنے والی شدید سرخی قابل لحاظ نہیں ہے۔ اور جب پورا سورج غروب ہو جاتا ہے تو مشرق سے سیاہی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے: ”جب رات یہاں سے آجائے اور دن یہاں سے رخصت ہو جائے اور سورج ڈوب جائے“

توروزہ دار افطار کرے۔“

ساتواں سوال؛ سوال کیا گیا کہ؛ اگر صبح کی اذان کے بعد کھائے تو کیا ہوگا۔

جواب؛ حمد اللہ کے لئے ہے اگر مؤذن طلوع فجر سے پہلے اذان دے دے جیسا کہ بادل زہنی کے دور میں طلوع فجر سے پہلے اذان دیا کرتے تھے اور جیسا کہ دمشق میں مؤذن اذان دیتے ہیں تو اس کے تھوڑی دیر بعد تک کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر اسے شک ہو کہ فجر طلوع ہوا ہے یا نہیں؛ تو اسے اختیار ہے کہ جب تک طلوع واضح نہ ہو جائے وہ کھائے پیئے اور اس کے بعد اگر اسے معلوم ہو کہ اس نے طلوع فجر کے بعد کھایا ہے تو قضا کے

لے دمشق میں آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔

واجب ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

سب سے واضح قول یہ ہے کہ اس پر قضا واجب نہیں ہے اور یہی حضرت عمرؓ سے ثابت ہے اور سلف و خلف کے ایک گروہ کا یہی مسلک ہے۔ اور قضا چاروں اماموں کا مشہور مسلک ہے واللہ اعلم۔

سوال : ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جب بھی روزہ رکھنا چاہتا ہے اسے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے منہ سے جھاگ نکلنے لگتی ہے اور جنون کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ کچھ دنوں تک اسی حالت میں رہتا ہے اسے آفاقہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ لوگ اسے مجنون کہنے لگتے ہیں حالانکہ اس کا جنون ثابت نہیں ہو سکا۔

جواب : آپ نے جواب دیا :

حمد اللہ کے لئے ہے۔ اگر روزہ کی وجہ سے اسے اس طرح کا مرض لاحق ہو جاتا ہے تو وہ روزہ توڑ دے اور قضا کرے اور اگر جب بھی وہ روزہ رکھے یہی اس کی کیفیت ہو جاتی ہے تو وہ روزے سے معذور ہے وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔
واللہ اعلم۔

نواں سوال : کسی ایسی حاملہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا جسے خون پابندی سے آتا ہے لیکن اس نے حیض سے ملتی جلتی کوئی چیز دیکھی اور نرسوں نے کہا کہ جنین کے قاعدے کی خاطر وہ روزہ توڑ دے اور عورت کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تو کیا اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب : آپ نے فرمایا۔
اگر حاملہ کو جنین کے بارے میں کسی نقصان کا اندیشہ ہو

تو روزہ نہ رکھے۔ اور ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ کی قضا
کرے، اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ خوراک ایک رطل
برابر روٹی سالن کے ساتھ ہو۔

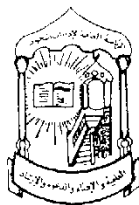
قہر کس مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲، ۲ ج	مصنف کی سوانح حیات	۱
۱	خطبہ کتب	۲
۴	کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا۔	۳
۵۵	فصل - روزے کی حالت میں سرمہ اور زخم	۴

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۰۲	وغیرہ پر دو الگانے کا حکم - افطاری میں جلدی کرنے اور سحری میں تاخیر کرنے کی فضیلت -	۵
۱۰۶	روزے کی حالت میں تھے کرنے اور خونِ دہنی نکلنے کا حکم -	۶
۱۰۸	روزے کی حالت میں پھینا وغیرہ گوانے کا حکم -	۷
۱۲۲	سوالات و جوابات	۸

مطابع دارالثقافة العربية - الرياض - ت : ٤٠١٤٢٤٦

04495



حَقِيقَةُ الصَّيَامِ

تأليف

عبد الحليم بن تيمية
صحيح شيخ الإسلام أحمد بن عبد الحليم بن تيمية

باللغة الأوردية

طبع ونشر

الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

الإدارة العامة للطبع والترجمة

الرياض - المملكة العربية السعودية

وقف لله تعالى

١٤٠٨ هـ



حَقِيقَةُ الصَّيَامِ

تأليف

شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم بن تيمية

باللغة الأوردية

طبع ونشر

المرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

الإدارة العامة للطبع والترجمة

الرياض - المملكة العربية السعودية

وقف لله تعالى

١٤٠٨هـ